کشف المحجوب

کشف حجاب نمبر ۹

مصنف
حضرت سید علی بن عثمان حضور داتا گنج بخش علی ہجویری

ترتیب و تدوین
پروفیسر ڈاکٹر سلطان سکندر

منجاب: ادارہ تنویر القرآن
0321-8445209

کشف حجاب نمبر9

صحبت اوراس کے آداب واحکام کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (٦:٦٦) اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

اَیْ اَدِّبُوْهُمْ یعنی ان کی درستی کرو۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حُسْنُ الْاَدَبِ مِنَ الْاِیْمَانِ حسن ادب ایمان کا حصہ ہے۔

نیز فرمایا:

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور بہت اچھا ادب مجھے سکھایا۔ (شرح المواھب:۴/۱۰۱)

سیدی داتا گنج بخش کے نزدیک آداب تین فائدے دیتے ہیں۔

۱۔لوگوں میں مروت بڑھتی ہے۔ ۲۔حضور کی سنت کی حفاظت ہوتی ہے۔

۳۔دنیا میں عزت ووقار بڑھتا ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

''آداب اندر مردمی حفظ مروت است

واندر دین حفظ سنت واندر محبت حفظ حرمت''

دین ودنیا کے تمام امور کی شائستگی، آداب سے وابستہ ہے اور ہر قسم کے لوگوں کے

مقامات کے لئے ہر مقام کے آداب جداگانہ ہیں۔ تمام انسان، خواہ وہ کافر ہوں یا مسلمان ملحد (Eithest) ہوں یا موحد، سنی ہوں یا بدعتی، سب کا اس پر اتفاق ہے کہ معاملات میں حسن ادب عمدہ چیز ہے اور جہان میں کوئی رسم و رواج استعمال ادب کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی، لوگوں میں ادب ہی مروت کی حفاظت ہے اور دین میں سنت کی حفاظت اور دنیا میں عزت و احترام کی حفاظت بھی اسی ادب سے متعلق ہے کیونکہ یہ تینوں ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ جس میں مروت نہ ہوگی وہ سنت کی اتباع کرنے والا نہ ہوگا اور جس میں سنت کی حفاظت نہ ہوگی، اس میں عزت و احترام کی رعایت بھی نہ ہوگی۔

مخلوق کی تعظیم اور خالق کا خوف دونوں ادب کی اصل ہیں

معاملات یعنی طریقت کے سلوک میں حفظ ادب، مطلوب کی تعظیم سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی دلوں میں حق تعالیٰ اور اس سے متعلق ہر شے کی عظمت و عزت اور تعظیم، تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے اور تعظیم کی بے حرمتی کرتا ہے اور مشاہدہ حق کو پامال کرتا ہے، طریق تصوف میں اس کا کوئی مقام نہیں ہے سکر و غلبہ یا کسی اور حال میں ہونا طالب کو ادب کی حفاظت سے منع نہیں کرتا، اس لئے کہ ادب ان کی عادت ہے اور عادت طبیعت کی مانند ہوتی ہے ہر جاندار سے کسی حالت میں طبائع کی جدائی کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے جب تک کہ اس کی زندگی برقرار ہے، اس کی جدائی اس سے محال ہے، لہٰذا جب تک انسان کا تشخص برقرار ہے ہر حال میں ادب کی پیروی لازم ہے خواہ تکلف سے ہو یا بے تکلف، جب ان کا حال صحت مندی ہوتا ہے تو وہ بہ تکلف آداب کی رعایت برتتے ہیں اور جب ان کا حال سکر و مدہوشی میں ہوتا ہے اس وقت حق تعالیٰ انہیں ادب پر قائم رکھتا ہے، غرض کہ کسی حالت میں بھی دل، ادب سے روگرداں نہیں ہوتا۔

لِاَنَّ الْمَوَدَّةَ عِنْدَ الْاَدَبِ کیونکہ محبت بہترین ادب ہے اور حسن ادب وَحُسْنِ الْاَدَبِ صِفَةُ الْاَحْبَابِ محبت کرنے والوں کی خوبی ہے۔

اللہ تعالیٰ جس پر جتنی کرامت فرماتا ہے تو یہ کرامت اس بات کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ وہ دین کے ادب کی حفاظت کرتا ہے بخلاف ملحدوں (لعنھم اللہ) کے جو یہ کہتے ہیں "چوں بندہ اندر محبت مغلوب شود حکم متابعت ازوی ساقط شود" (کہ بندہ محبت میں جب غالب ہوجاتا ہے تو حکم متابعت اس سے ساقط ہوجاتا ہے۔) یہ خالص بے دینی ہے۔

ادب کی تین اقسام

نمبر 1: یکی اندر توحید با حق عزوجل

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی توحید میں اس طرح ادب کہ جلوت وخلوت کی ہر حالت میں خود کو اس کی بے حرمتی سے بچائے اور وہ سلوک برتے جو بادشاہوں کے حضور کیا جاتا ہے صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ چہار زانو تشریف فرما تھے کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہوکر پیام پہنچایا۔

يَا مُحَمَّدُ اِجْلِسْ جِلْسَةَ الْعَبِيْدِ شان بندگی کے ساتھ جلوس فرمائیں۔

آپ اللہ کے مقرب بندے ہیں اس کی بارگاہ میں اس کی شان کے لائق جلوس فرمائیں۔

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

مشائخ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک دن رات کے کسی حصہ میں دیوار سے ٹیک لگا کر کمر سیدھی نہیں کی اور دوزانو کے سوا کسی اور حالت میں نہ بیٹھے۔ لوگوں نے عرض کیا آپ اتنی تکلیف ومشقت کیوں برداشت کرتے

ہیں؟ فرمایا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں حق تعالیٰ کے مشاہدے میں اس طرح نہ بیٹھوں جس طرح بندہ بیٹھتا ہے۔

کُمندی ادیب کا واقعہ

حضور سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خراسان کے ایک شہر کُمند میں ایک شخص کو دیکھا جو بہت مشہور تھا اور لوگ اسے کُمندی ادیب کہتے تھے اور بڑا صاحب فضیلت تھا، اس نے بیس سال قدموں پر کھڑے گزار دیئے، سوائے نماز میں تشہد کے کبھی نہ بیٹھا۔ میں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا ابھی مجھے وہ درجہ حاصل نہیں ہوا ہے کہ میں مشاہدہ حق میں بیٹھ سکوں۔

حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا "بِمَا وَجَدْتَّ مَا وَجَدْتَّ" آپ نے جو کچھ پایا ہے وہ کسی چیز کی بدولت پایا "قَالَ بِحُسْنِ الصُّحْبَۃِ مَعَ اللّٰہِ" فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن صحبت کی وجہ سے۔ چنانچہ میں حق تعالیٰ کے ساتھ اتنا ہی جلوت میں ادب اور حسن صحبت کو ملحوظ رکھا ہے جتنا خلوت (تنہائی) میں ہے۔

حق تعالیٰ کا ادب زلیخا سے سیکھو

اہل جہان کو چاہیے کہ اپنے معبود کے مشاہدہ میں ادب کی حفاظت کا سلیقہ زلیخا سے سیکھیں۔ جس وقت اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی خواہش کی تکمیل کی درخواست کی تو اس نے پہلے اپنے بت کے چہرے کو کسی چیز سے ڈھانپ دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے پوچھا یہ کیا کر رہی ہو؟ اس نے کہا اپنے معبود کے چہرے کو چھپا رہی ہوں تاکہ وہ بے حرمتی میں مجھے آپ کے ساتھ نہ دیکھے کیونکہ یہ شرائط ادب کے خلاف ہے اور جب

حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام باہم ملے اور انہیں جمال یوسفی سے ہم آغوش کیا تو زلیخا کو جوان کر کے دین حق کی راہ دکھائی، تب حضرت یوسف علیہ السلام کی زوجیت میں دیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی طرف قصد فرمایا تو زلیخا آپ سے بھاگی۔ فرمایا: اے زلیخا! کیا میں تیرا دلربا نہیں ہوں؟ غالباً میری محبت تمہارے دل سے جاتی رہی ہے؟ زلیخا نے عرض کیا خدا کی قسم! یہ بات نہیں محبت اپنی جگہ برقرار ہے بلکہ زیادہ ہے لیکن میں نے ہمیشہ اپنے معبود کی بارگاہ کے ادب کو ملحوظ رکھا ہے اس دن جب کہ ہمارے تمہارے درمیان خلوت ہوئی تھی اس وقت میرا معبود ایک بت تھا جو قطعاً دیکھ نہیں سکتا تھا مگر اس کے باوجود اس کی بے نور دو آنکھیں تھیں، اس پر میں نے پردہ ڈال دیا تھا تاکہ بے ادبی کی تہمت مجھ سے اٹھ جائے، اب میرا معبود ایسا ہے جو دانا اور بینا ہے جس کے لئے دیکھنے کا نہ حلقہ ہے اور نہ کوئی آلہ مگر میں جس حال میں بھی ہوں مجھے دیکھتا ہے، اس لئے میں نہیں چاہتی کہ اس کی بارگاہ میں ترک ادب کا الزام مجھ پر عائد ہو۔

معراج کے وقت حق تعالیٰ کی بارگاہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج میں لے جایا گیا تو آپ نے حفظ ادب میں کونین کی طرف نظر نہیں اٹھائی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی (نجم:17) نہ آنکھ جھپکی اور نہ بے راہ ہوئی۔

یعنی دنیا کی طرف نظر کرنے میں نہ آنکھ بھٹکی اور نہ آخرت کے دیکھنے میں آنکھ بے راہ ہوئی۔

نمبر2: ادب با خود اندر معاملت (ادب کی دوسری قسم)

معاملات میں اپنے ساتھ ادب سے پیش آنا ہے وہ اس طرح کہ ہر حال میں اپنے

ساتھ مروت کو ملحوظ رکھے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی صحبت ہو یا حق تعالیٰ کی بارگاہ کی حاضری، خواہ جلوت ہو یا خلوت، کسی حال میں بے ادبی کا ارتکاب نہ کرے۔ (آں چناں باشد کہ اندرھمه احوال مروت را مراعات کند بانفس خود) اس کی صورت یہ ہے کہ

2.1 سچ کے سوا کلام نہ کرے جو بات اپنے دل کو جھوٹی معلوم ہو اسے زبان پر لانا کیسے درست ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں بے مروتی ہے۔

2.2 دوسری صورت یہ ہے کہ کم کھائے تاکہ طہارت گاہ میں زیادہ نہ جانا پڑے۔

2.3 (کم خورد تابطهارت کمتر باید باشد) تیسری صورت یہ ہے کہ کسی کی شرم گاہ کو نہ دیکھے حتیٰ کہ اپنی شرم گاہ بھی مجبوری کے سوا نہ دیکھے۔ (چیزی ننگرد از آنِ خود که بجز او رانشاید نگریست) کیونکہ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے پوشیدہ حصہ جسم کو نہیں دیکھا کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا: میں شرم کرتا ہوں کہ اس حصہ جسم کو دیکھوں جس کی جنس پر نظر ڈالنا حرام ہے۔

نمبر 3: ادب با خالق اندر محبت (ادب کی تیسری قسم)

لوگوں کے ساتھ صحبت کرنے میں ادب کا لحاظ رکھنا ہے صحبت کے آداب میں بہترین ادب یہ ہے کہ سفر وحضر میں حسن معاملہ اور سنت کی حفاظت کرے۔

آداب کی یہ تینوں قسمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتیں، اب میں حتی المقدور ترتیب وار آداب کو بیان کرتا ہوں تاکہ بآسانی سمجھ میں آسکے۔

آدابِ صحبت اور اس کے متعلقات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (۹۶:۱۹) جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے اللہ ان کو محبوب بنا کر دوست بنالے گا (یعنی انہوں نے اپنے بھائیوں کے حقوق کو ادا کیا)

اَیْ بِحُسْنِ رِعَایَتِهِمُ الْاَخْوَانِ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ مومن جو اپنا کردار ٹھیک رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو دوست بنالیتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت دوستی ڈال دیتا ہے۔ حق تعالیٰ ان کے دلوں پر توجہ فرماتا ہے، سچوں کی معیت عطا فرماتا ہے اور اپنا فضل ان پر فرماتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

ثَلٰثٌ يُصْفِيْنَ لَكَ وُدَّ اَخِيْكَ تُسَلِّمَ عَلَيْهِ اَنْ لَّقِيْتَهٗ وَتُوَسِعُ لَهٗ فِي الْمَجْلِسِ وَتَدْعُوْهُ بِاَحَبِّ اَسْمَائِهٖ حسن رعایت اور حفظ مراتب کے سلسلہ میں مسلمان بھائیوں کی محبت کو تین چیزیں پاکیزہ بناتی ہیں ایک یہ کہ جب کسی سے ملاقات کرو تو اسے سلام کرو، دوسرے یہ کہ اپنی مجلسوں میں اس کیلئے جگہ بناؤ تیسرے یہ کہ اسے اچھے القاب کے ساتھ یاد کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ (۱۰:۴۹) تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں سے صلح رکھو۔

مطلب یہ کہ باہم لطف ومہربانی سے پیش آؤ کسی کی دل شکنی نہ کرو۔

باہمی لطف وعنایت قیامت میں بھی باعث رحمتِ حق ہوگی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اَكْثِرُوْا مِنَ الْاَخْوَانِ فَاِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحِي اَنْ يُّعَذِّبَ عَبْدَهٗ بَيْنَ اِخْوَتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اپنے بھائی زیادہ بناؤ اور ان کے حقوق میں حسن سلوک کر کے بھائی بناؤ کیونکہ تمہارا رب حی و کریم ہے وہ حیا فرماتا ہے کہ روز قیامت باہمی آداب و معاملات کی وجہ سے اپنے بندے پر اس کے بھائیوں کے درمیان عذاب فرمائے۔

لہٰذا باہمی آداب و معاملات کی وجہ سے اپنے بندے پر اس کے بھائیوں کے درمیان عذاب فرمائے۔

لہٰذا یہی مناسب ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ صحبت لوجہ اللہ کی جائے، نہ کہ نفسانی خواہش یا کسی غرض و مفاد (Artificial and Professional) کی خاطر، تا کہ وہ بندہ حفظ ادب کی وجہ سے ممنون و متشکر ہو۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے داماد کو نصیحت

حضرت مالک بن دینار نے اپنے داماد حضرت مغیرہ بن شعبہ سے فرمایا:

يَامُغِيْرَةُ كُلُّ اَخٍ اَوْصَاحِبٍ لَّمْ تَسْتَفِدْ مِنْهُ فِيْ دِيْنِكَ خَيْرًا فَانْبِذْ عَنْ صُحْبَتِهٖ حَتّٰى تَسْلَمَ

اے مغیرہ! جس بھائی یا ساتھی کی رفاقت تمہیں دینی فائدہ نہ پہنچائے، تم اس جہاں میں اس کی صحبت سے بچو تا کہ تم محفوظ ہو۔

اس نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری صحبت یا تو اپنے سے بڑے اور اچھے کے ساتھ ہوگی یا اپنے سے کمتر کے ساتھ۔ اگر اپنے سے بڑے اور اچھے کی رفاقت اختیار کرو گے تو اس سے تمہیں دینی فائدہ پہنچے گا اور اگر اپنے سے کمتر کے ساتھ بیٹھو گے تو تم سے اس کو دین کا فائدہ پہنچے گا۔ کیونکہ اگر وہ تم سے کچھ حاصل کرے گا تو وہ دینی فائدہ پہنچانا ہوگا اور جو تم اپنے بڑے سے حاصل کرو گے وہ بھی دینی فائدہ حاصل کرنا ہوگا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ مِنْ تَمَامِ التَّقْوٰی تَعْلَيْمُ مَنْ لَّا يَعْلَمُ (تاریخ بغداد: ۱/ ۴۱۴)

کمال پرہیز گاری یہ ہے کہ بے علم کو علم سکھائے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ کے نزدیک برا دوست

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

بِئْسَ الصَّدِيْقُ تَحْتَاجُ اَنْ تَقُوْلَ لَهٗ اُذْكُرْنِيْ فِيْ دُعَائِكَ وَبِئْسَ الصَّدِيْقُ تَحْتَاجُ اَنْ تَعِيْشَ مَعَهٗ بِالْمُدَارَاةِ وَبِئْسَ الصَّدِيْقُ صَدِيْقٌ يُلْجِئُكَ اِلَى الْاِعْتِذَارِ فِيْ زَلَّةٍ كَانَتْ مِنْكَ

یعنی وہ دوست بہت برا ہے جس کو دعا کرنے کی وصیت کرنی پڑے کیونکہ ایک لمحہ کی صحبت کا حق یہ ہے کہ اسے ہمیشہ دعائے خیر میں یاد رکھا جائے اور وہ دوست بہت برا ہے جس کی صحبت خاطر تواضع کی محتاج ہو کیونکہ صحبت کا سرمایہ ہی یہ ہے کہ ہمیشہ باہمی خوشی و مسرت میں گزرے۔ اور وہ دوست بہت برا ہے جس سے گناہ کی معافی مانگنے کی ضرورت پیش آئے، اس لئے کہ عذر خواہی بیگانگی کی علامت ہے وہ صحبت میں غیریت اور بیگانگی ظلم ہے۔

اچھی صحبت (دوستی) کا فائدہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ (سنن ترمذی، کتاب الزہد، باب نمبر ۴۵)

آدمی اپنے دوست کے دین اور اس کے طور و طریق پر ہوتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ وہ دیکھے کہ کس سے دوستی رکھتا ہے؟

اگر اس کی صحبت نیکوں کے ساتھ ہے اگر چہ وہ خود نیک نہ ہوتو وہ صحبت نیک ہے اس لئے کہ نیک کی صحبت اسے نیک بنادے گی اور اگر اس کی صحبت بروں کے ساتھ ہے اگر چہ وہ نیک ہے تو یہ برا ہے کیونکہ وہ اس کی برائیوں پر راضی ہے اور برائیوں پر راضی ہوا گر چہ وہ نیک ہو بہر حال برا ہے۔

انسانوں کے ساتھ خیر خواہی کا واقعہ

ایک شخص دوران طواف خانہ کعبہ میں دعا مانگ رہا تھا کہ "اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اِخْوَانِيْ فَقِيْلَ لَهٗ لَهٗ لَمْ تَدْعُ لَكَ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ" اے خدا! میرے بھائیوں کی اصلاح فرمالوگوں نے پوچھا اس مقام میں تم اپنے لئے دعا کیوں نہیں مانگتے، بھائیوں کے لئے کیوں دعا کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا اِنَّ لِيْ اِخْوَانًا اَرْجِعُ اِلَيْهِمْ فَاِنْ صَلَحُوْا صَلَحْتُ مَعَهُمْ وَاِنْ فَسَدُوْا فَسَدْتُّ مَعَهُمْ۔ میں چونکہ انہیں بھائیوں کی طرف واپس جاؤں گا اگر وہ درست ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ درست رہوں گا اور اگر وہ خراب ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ خراب ہو جاؤں گا۔

کیونکہ قاعدہ ہے کہ اپنی درستی، مصلحین کی درستی پر موقوف ہے، لہٰذا میں اپنے بھائیوں کے لئے دعا کرتا ہوں تا کہ میرا مقصود ان سے حاصل ہو جائے۔

انسان کی صحبت کا جانور اور پرندے پر اثر

اس ارشاد و نصیحت کی بنیاد یہ ہے کہ نفس کی عادت ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے راحت پاتا ہے اور جس قسم کے لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے گی وہ انہیں کی خصلت و عادت اختیار کر لیتا ہے اس لئے کہ تمام معاملات، ارادہ حق اور ارادہ باطل سے مرکب ہیں۔ وہ جس ارادے کے معاملات کے ساتھ صحبت رکھے گا اس پر اسی کا غلبہ ہوگا۔ کیونکہ اپنی

ارادت، دوسرے کے ارادوں پر مبنی ہے اور طبع وعادت پر ان کی صحبت کا بڑا اثر اور غلبہ ہے یہاں تک کہ باز آدمی کی صحبت میں سدھ جاتا ہے طوطی آدمی کے سکھانے سے بولنے لگتی ہے، گھوڑا اپنی بہیمانہ خصلت ترک کر کے مطیع بن جاتا ہے یہ مثالیں بتاتی ہیں کہ صحبت کا کتنا اثر و غلبہ ہوتا ہے اور کسی طرح وہ عادتوں کو بدل دیتی ہے یہی حال تمام صحبتوں کا ہے۔

اسی بنا پر تمام مشائخ سب سے پہلے صحبت کے حقوق کے خواہاں رہتے ہیں اور اپنے مریدوں کو بھی اسی کی ترغیب دیتے ہیں حتی کہ ان کے نزدیک صحبت کے آداب اور ان کی مراعات فرض کا درجہ رکھتی ہیں۔ گزشتہ مشائخ کی کثیر جماعت نے صحبت کے آداب میں مفصل کتابیں تحریر فرمائی ہیں چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب موسومہ "تصحیح الارادۃ" اور حضرت احمد بن خضرویہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے "اَلرِّعَایَۃُ بِحُقُوْقِ اللّٰہِ" اور حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "بیان آداب المریدین" لکھی ہیں، ان کے علاوہ حضرت ابوالقاسم الحکیم، حضرت ابوبکر وراق، حضرت سہل بن عبداللہ تستری، حضرت ابوعبد الرحمان السلمی اور حضرت استاذ ابوالقاسم قشیری رحمھم اللہ نے بھی اس موضوع پر بھرپور کتابیں لکھی ہیں۔ یہ تمام مشائخ اپنے فن کے امام گزرے ہیں، اب تمام طالبان طریقت کے لئے اقسام آداب میں معاملات مشائخ پر مشتمل چند عنوانات پیش کرتا ہوں۔ بِیَدِہِ التَّوْفِیْقُ

مشائخ کے نزدیک صحبت آداب

نمبر 1: تنہائی کی ممانعت

واضح رہنا چاہیے کہ مریدوں کے لئے سب سے اہم ترین چیز صحبت ہے کیونکہ صحبت کے حق کی رعایت کرنا اہم فرض ہے چونکہ مریدوں کے لئے انفرادی اور علیحدگی کی

زندگی گزارنا موجب ہلاکت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اَلشَّیْطَانُ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَیْنِ اَبْعَدُ (ترمذی وغیرہ) اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور جب دو ایک ساتھ ہوں گے تو دور رہے گا۔

لہٰذا مرید کے لیے اکیلے رہنے سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں ہے۔

صحبت شیخ سے انحراف کا وبال

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک کو یہ خیال گزرا کہ میں درجہ کمال کو پہنچ گیا ہوں اب میرے لئے اکیلا رہنا صحبت سے بہتر ہے، چنانچہ وہ گوشہ نشین ہو گیا اور مشائخ کی صحبت چھوڑ دی۔ ایک رات اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک اونٹ لے کر آئے ہیں، انہوں نے کہا، رات تمہیں جنت میں گزارنی چاہیے۔ یہ لوگ اسے اونٹ پر سوار کر کے لے گئے یہاں تک کہ ایسی جگہ لے گئے جو اچھی طرح نظر آتی ہے، وہاں حسین و خوبصورت چہرے، نفیس طعام اور پانی کے چشمے رواں تھے۔ اسے صبح تک وہاں رکھا گیا۔ حالانکہ یہ سب مرید کی خواب کی حالت تھی جب صبح بیدار ہوا تو خود کو اپنے حجرے میں پایا، یہ سلسلہ اسی طرح روزانہ جاری رہا یہاں تک کہ بشری غرور و تکبر نے غلبہ پایا اور اس کے دل میں جوانی کے گھمنڈ نے اپنا اثر جمایا اور اس کی زبانی پر دعویٰ جاری ہو گیا اور کہنے گا میری حالت اس کمال تک پہنچ گئی ہے اور میری راتیں اس طرح بسر ہوتی ہیں، لوگوں نے اس کی خبر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچائی، آپ اٹھے اور اس کے حجرے میں تشریف لے گئے اسے اس حال میں پایا کہ اس کے سر میں خواہشیں بھری ہوئی تھیں اور تکبر سے اکڑا ہوا تھا، آپ نے اس سے حال دریافت کیا اس نے سارا حال بیان کر دیا حضرت جنید نے فرمایا: یاد رکھ جب تم آج رات وہاں پہنچے تو تین مرتبہ "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ

الْعَظِيْمِ" پڑھنا، چنانچہ جب رات آئی اور اسے حسب سابق لے جایا گیا چونکہ وہ اپنے دل میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا انکاری تھا کامل اعتقاد جاتا رہا تھا کچھ عرصہ بعد محض تجربہ کے طور پر اس نے تین مرتبہ لاحول پڑھا تو اسے لے جانے والے تمام لوگ چیخ مار کر بھاگ گئے اور خود کو اس نے نجاست اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پڑا پایا۔ چاروں طرف مردار ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں، اس وقت اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا، دل سے توبہ کی اور ہمیشہ صحبت میں رہنے لگا۔ مرید کے لئے اکیلے رہنے سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں۔

صحبت کی شرائط

مشائخ طریقت کی صحبت کی شرط یہ ہے کہ ہر ایک کو ان کے درجہ کے مطابق پہچانے، بوڑھوں کا ادب کرے، ہم جنسوں کے ساتھ عمدہ سلوک سے پیش آئے اور بچوں کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرے۔ بوڑھوں کو باپ دادا کی طرح سمجھے۔ ہم جنسوں کو بھائیوں کی مانند اور بچوں کو اولاد کی مانند جانے، کینہ، حسد اور عداوت و دشمنی سے اجتناب کرے اور کسی کی نصیحت میں کوتاہی نہ کرے۔ صحبت میں کسی کو کوتاہی نہ کرے اور نہ ایک دوسرے کی قول و فعل میں کوتاہی کرے، اس لئے کہ لوجہ اللہ صحبت کرنے والے پر لازم ہے کہ رفیق کے کسی قول و فعل پر کبیدہ اور آزردہ خاطر نہ ہو اور اسے اپنے سے کسی بنا پر جدا نہ کرے۔

حضور سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ المشائخ حضرت ابو القاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ صحبت کی شرط کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ ہے کہ صحبت میں اپنی خوشی نہ چاہے کیونکہ صحبت کی سب سے بڑی آفت یہی ہے کہ ہر ایک سے اپنی خوشی کا خواہاں ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے صحبت کے مقابلہ میں اکیلا رہنا بہتر ہے اور جب وہ اپنی خوشی کو ترک کر دے تو پھر اپنے مصاحب کی خوشیوں کو لحاظ رکھے۔ تب وہ صحبت

میں کامیابی حاصل کر سکے گا۔

ایک درویش بیان کرتے ہیں کی ایک مرتبہ میں کوفہ سے مکہ مکرمہ کے ارادے سے چلا۔ راستہ میں حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے صحبت میں رہنے کی اجازت مانگی، انہوں نے فرمایا: صحبت میں ایک امیر ہوتا ہے اور دوسرا فرماں بردار، تم کیا منظور کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ امیر بنیں اور میں فرماں بردار، انہوں نے فرمایا: اگر فرماں بردار بننا پسند کرتے ہو تو میرے کسی حکم سے باہر نہ ہونا میں نے کہا یہی ہو گا جب ہم منزل پر پہنچے تو انہوں نے فرمایا: بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ انہوں نے کنویں سے پانی کھینچا جو بہت سرد تھا، پھر لکڑیاں جمع کر کے ایک نشیبی جگہ پر آگ جلائی اور پانی گرم کیا میں جس کام کا ارادہ کرتا وہ فرماتے بیٹھ جاؤ، فرماں برداری کی شرط کو ملحوظ رکھو۔ جب رات ہوئی تو شدید بارش نے گھیر لیا۔ انہوں نے اپنی گدڑی اتار کر کندھے پر ڈال لی اور رات بھر میرے سر پر سایہ کئے کھڑے رہے۔ میں ندامت سے پانی پانی ہو جا رہا تھا مگر شرط کے مطابق کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے کہا: اے شیخ! آج میں امیر بنوں گا۔ انہوں نے فرمایا: ٹھیک ہے جب ہم منزل پر پہنچے تو انہوں نے پھر وہی خدمت اختیار کی۔ میں نے کہا اب آپ میرے حکم سے باہر نہ ہو جایئے، فرمایا: فرمان سے وہ شخص باہر ہوتا ہے جو اپنے امیر سے اپنی خدمت کرائے، وہ مکہ مکرمہ تک اس طرح میرے ہم سفر رہے جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو میں شرم کے مارے بھاگ کھڑا ہوا یہاں تک کہ انہوں نے مجھے منیٰ میں دیکھ کر فرمایا: اے فرزند! تم پر لازم ہے کہ درویشوں کے ساتھ ایسی صحبت کرنا جیسی کہ میں نے تمہارے ساتھ کی ہے۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحبت رسول اللہ ﷺ عشر سنین و خدمته فواللہ ما قال لی اُف قط وما قال لشی فعلت: لِمَ

فَعَلْتَ کذا؟ ولا لشيیءٍ لم افعله الافعلت کذا؟ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی ہے، خدا کی قسم! آپ نے کبھی بھی مجھ سے اف تک نہ فرمایا اور وہ میرے کسی کام پر یہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا؟ اور نہ کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا، یہ کیوں نہیں کیا۔

ہر درویش یا تو مقیم ہوگا یا مسافر۔ مشائخ طریقت کا مشرب یہ ہے کہ مسافر درویش کو چاہیے کہ وہ مقیموں کی خدمت کو اپنے حق میں افضل جانے اس لئے کہ مسافر اپنی تقدیر پر رواں دواں ہے اور مقیم حق تعالیٰ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے ہیں کیونکہ مسافروں میں طلب کی علامت ہے اور مقیموں میں پانے کا اشارہ، لہٰذا جس نے پایا، وہ بیٹھ گیا وہ اس سے افضل ہے جو ابھی مسافرت اور طلب میں ہے اسی طرح مقیموں پر فرض ہے کہ وہ مسافروں کو اپنے سے افضل جانیں۔ اس لیے کے مقیم صاحب علائق ہیں اور مسافر علائق سے جدا اور اکیلے، وہ راہ طلب کے مسافر ہیں اور مقیم دنیا میں حالت وقوف میں ہیں اسی طرح بزرگ حضرات کو چاہیے کہ جوانوں کو اپنے اوپر فوقیت دیں کیونکہ جوان دنیا میں نئے آئے ہیں اور ان کے گناہ بہت کم ہیں اور جوانوں پر یہ لازم ہے کہ وہ بزرگوں کو اپنے پر فضیلت دیں کیونکہ وہ عبادت میں ان سے پہلے ہیں اور خدمت الٰہی میں مقدم۔ جب یہ سب ایک دوسرے کا اس طرح لحاظ و پاس کریں گے تو یہ سب نجات پا جائیں گے ورنہ ہلاک ہو جائیں گے۔

آداب کی حقیقت

آداب کی حقیقت خصائل جمیلہ کا جمع کرنا ہے ادیب اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اس پر وارد ہوتا ہے وہ سب نیک ہوتا ہے۔

فَالَّذِیْ اِجْتَمَعَ فِیْہِ خَصَالُ جس میں نیک خصلتیں زیادہ ہوں وہ ادیب
الْخَیْرِ فَھُوَ اَدِیْبٌ ہے۔

حالانکہ عرف و عادت میں ادیب وہ شخص کہلاتا ہے جو علم لغت اور صرف ونحو کے قواعد کا ماہر ہو۔

ادب کے معنی

اہل تصوف کے نزدیک ادب کے معنی یہ ہیں کہ "اَلْاَدَبُ الْوُقُوْفُ مَعَ الْمُسْتَحْسِنَاتِ" ادب کے معنی نیک اعمال پر قائم رہنے کے ہیں۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں باادب معاملات رکھے۔ جب تم ایسے بن جاؤ گے تو ادیب کہلاؤ گے، چاہے تم گونگے ہو اور اگر تم نہ بنے تو اس کے برخلاف ہو گے۔

طریقت کے معاملات میں الفاظ وعبارت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اور ہر حال میں عاقل سے عالم افضل و بزرگ ہوتا ہے۔

کسی نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ (شرط ادب چه چیز است؟) ادب کی کیا شرط ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کا جواب اس گفتگو میں موجود ہے جسے میں نے سنا ہے۔ "اذا نطقت جاءت بکل ملاحة وإن سکتت جاءت بکل ملیح" ادب یہ ہے کہ جو بات کہو وہ قول صادق ہو، جو معاملہ کرو وہ برحق ہو۔ قول صادق اگرچہ سخت و درست ہو مگر ملیح (نمکین) ہوتا ہے اور حق معاملہ اگرچہ دشوار ہو مگر نیک ہوتا ہے، لہٰذا جب بات کرو تو تمہاری بات میں صداقت ہو اور جب خاموش رہو تو تمہاری خاموشی میں بھی حق وصداقت کارفرما ہو۔

حضرت شیخ ابونصر سراج صاحب لُمَعْ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں آداب کا فرق بیان

فرمایا ہے ''ادب میں لوگوں کے تین طبقے ہیں

نمبر1: ایک دنیا دار جو فصاحت و بلاغت، حفظ علوم اور بادشاہوں کے نام اور عرب کے اشعار کو ادب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

نمبر2: دوسرا طبقہ اہل دین کا ہے جنہوں نے ریاضت نفس، تادیب اعضاء، حفظ حدود الٰہی اور ترک شہوات کا نام ''ادب'' رکھا ہے۔

نمبر3: تیسرا طبقہ اہل خصوصیت کا ہے جو دلوں کی طہارت، باطن کا تزکیہ، اَسرار کی مراعات، عہد و پیمان کا ایفاء، وقت کی حفاظت، پراگندہ خیالات اور موہوم خطرات کی طرف قلت توجہ، مقام طلب، اوقات حضور، اور مقامات قرب میں حسن ادب کو ملحوظ رکھنے کو ادب کہتے ہیں'' یہ تعریف جامع ہے اور اس کی تفصیل کئی جگہ موجود ہے۔ وباللہ التوفیق

مقیم کے مسافر کے ساتھ سلوک اور رویے کے آداب

نمبر1: جب کوئی درویش سفر کے علاوہ اقامت اختیار کرے تو اس کے ادب کی شرط یہ ہے کہ جب کئی مسافر اس کے پاس پہنچیں تو وہ خوشی و احترام کے ساتھ پیش آئے اور عزت و تعظیم سے اس کا خیر مقدم کرے۔ گویا وہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کا ایک مہمان ہے اور اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مہمان کے ساتھ کرتے تھے، گھر میں کچھ موجود ہوتا مہمان کے روبرو لا کر رکھ دیتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

فَجَآءَ بِعِجۡلٍ سَمِيۡنٍ (۵۱:۲۶) وہ ایک فربہ بچھڑا تیار کر کے لائے۔

اور مہمان سے اتنا بھی دریافت نہ فرمایا کہ کہاں سے آرہے ہو اور کہاں جا رہے ہو اور کیا نام ہے؟ مہمان کے ساتھ ان کا یہ ادب اور سلوک تھا، انہوں نے مہمان کا آنا بھی حق تعالیٰ کی طرف سے جانا اور مہمان کی روانگی بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے سمجھی اور اس کا نام

بھی بندہ حق خیال کیا۔

نمبر2: اس کے بعد درویش مقیم یہ دیکھے کہ مہمان خلوت کو پسند کرتا ہے یا صحبت کو، اگر وہ خلوت کو پسند کرتا ہے تو اس کے لئے تنہائی کر دے اور اگر وہ صحبت کو پسند کرتا ہے تو انس و محبت کے ساتھ بے تکلف پیش آئے اور جب رات کو بستر پر آرام کرنے لیٹے تو اس کے ہاتھ پاؤں دبائے، اگر وہ ایسا نہ کرنے دے اور کہے کہ اس کی عادت نہیں ہے تو اس پر ضد اور اصرار نہ کرے تاکہ وہ دل گیر نہ ہو، صبح کے وقت حمام کیلئے کہے تاکہ غسل کر کے صاف و ستھرا ہو جائے اور صفائی کی ضروریات کا خیال رکھے کسی دوسرے کو اس کی خدمت کرنے کا موقع نہ دے۔ مقیم کے لیے لازم ہے کہ حسن عقیدت کے ساتھ اس کی خدمت کرے اور اسے خوب صاف و ستھرا بنانے کی پوری کوشش کرے۔ یہاں تک کہ اس کی کمر ملے۔ ہاتھ پاؤں کی مالش کرے۔ مہمان نوازی کے یہ آداب میں اگر مقیم اتنی استطاعت رکھتا ہو کہ اسے نیا کپڑا پہنا سکے تو اس میں کوتاہی نہ کرے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو تکلیف نہ برتے بلکہ اسی کے لباس کو دھو کر صاف ستھرا کر دے۔ تاکہ جب وہ حمام سے باہر آئے تو اسی لباس کو پہن لے۔ حمام سے فارغ ہونے کے بعد اگر تین دن سے زیادہ نہ گزرے ہوں تو اس شہر کے بزرگ، امام، یا بزرگوں کی جماعت سے ملنے کا اشتیاق دلائے اور اس سے کہے کہ آؤ ہم ان کی زیارت کو چلیں۔ اگر وہ آمادہ ہو تو ہمراہ جائے اور اگر وہ کہے کہ میرا دل نہیں چاہتا تو اصرار نہ کرے، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ طالبان حق کا دل اپنے اختیار میں نہیں ہوتا، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے درخواست کی کہ آپ اپنے سفر کے عجائب وغرائب میں سے کوئی بات بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا: سب سے عجیب بات یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ سے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی مگر میں نے اسے قبول نہ کیا اور میرے دل نے نہ چاہا کہ حق تعالیٰ کے سوا میرا دل کسی اور کی قدر

ومنزلت کرے اور میں اس کے ادب واحترام کی رعایت میں مشغول ہوں۔

مقیم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مسافر سے پہلے سلام کرے یہی احکام ان دنیاداروں کے لیے بھی ہیں جو بیمار پرسی، عیادت یا تعزیت وغیرہ کے لیے جایا کرتے ہیں اور جس مقیم کو مسافروں سے یہ طمع ہو کہ ان کو وہ اپنی گدائی کا آلہ بنائے اور اپنے گھر سے دوسرے کے گھر لے جائے اس کے لیے یہی سزاوار اور بہتر ہے کہ وہ مہمانوں کی خدمت نہ کرے، کیونکہ وہ انہیں ذلیل کرتا ہے اور ان کے دل کو رنج پہنچاتا ہے۔

حضور سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے سفروں میں یہی بات میرے لیے سب سے بڑھ کر تکلیف دہ ثابت ہوئی کہ جاہل خدام اور ناپاک مقیم لوگ کبھی کبھی ایک گھر سے اٹھا کر دوسرے گھر لے جاتے تھے۔کبھی کسی امیر کے گھر کبھی کسی دہقانی کے گھر حالانکہ میں دل میں اس سے متنفر ہوتا اور انہیں سخت سست کہتا تھا لیکن ظاہرداری میں درگزر اور مسامحت (چشم پوشی وغیرہ) سے کام لیتا تھا اور یہ مقیم ہوتا تو ہرگز مسافروں کے ساتھ ایسا نہ کرتا۔ بے ادبوں کی تربیت کیلئے داتا صاحب لکھتے ہیں۔ "واز صحبت بے ادباں فائدہ بیش ازایں نباشد کہ آنچہ ترا خوش نیاید از معاملت ایشاں تو آں نکنی"

ترجمہ: بے ادبوں کی صحبت کا فائدہ اس سے بڑھ کر اور نہیں ہوسکتا کہ جو بات تمہیں اچھی معلوم نہ ہو تو تم اپنے معاملات میں ہمیشہ ان سے اجتناب کرو۔

پھر اگر کوئی مسافر درویش خوش ہو اور کچھ دن رہنا چاہے اور دنیا طلبی کا اظہار کرے تو مقیم کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ ہمیشہ اس کی ضرورت کے لیے اسے مقدم رکھے اور اگر یہ مسافر لالچی اور بے ہمت ہے تو مقیم کو نہ چاہئے کہ بے ہمتی کا مظاہرہ کرے اور ناممکن ضرورتوں میں اس کا پیرو ہو۔ کیونکہ جن لوگوں نے دنیا کو چھوڑ رکھا ہے ان کا طریقہ یہ نہیں ہوتا کہ جب ضرورت ہوئی تو بازار آ گئے اور لگے ضرورت جتانے یا امراء کے دروازے پر

پہنچ گئے اور لگے ان سے مدد مانگنے۔ دنیا سے کنارہ کشوں کا ان کی صحبت سے کیا علاقہ؟

مشائخ طریقت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو ریاضت ومجاہدے کی تعلیم دے رہے تھے کہ ایک مسافر آ گیا آپ اس کی خاطر مدارات میں مشغول ہو گئے اور کھانا لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ مسافر نے کہا کہ اس کے سوا فلاں چیز کی بھی مجھے ضرورت ہے انہوں نے فرمایا تجھے بازار جانا چاہیے تھا تو بازاری شخص معلوم ہوتا ہے۔ مساجد و خانقاہ میں رہنے والا شخص معلوم نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ میں نے دمشق سے دو درویشوں کے ساتھ حضرت ابن العلاء کی زیارت کا قصد کیا۔ وہ مکہ مکرمہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ ہم نے آپس میں طے کیا کہ ہر ایک اپنی آپ بیتی کا کوئی اہم واقعہ یاد کرے تا کہ وہ بزرگ ہمارے باطن کی ہمیں خبر دیں اور ہمارے اس واقعہ کی مشکلات کو حل کریں، چنانچہ میں نے دل میں خیال جمایا کہ (مرا ازوی اشعار و مناجات حسین بن منصور باید) میں حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کو حل کراؤں گا؟ دوسرے درویش نے یہ خیال جمایا کہ (مرادعای باید تاطحالم بشود) میں اپنے مرض عظیم طحال کے لیے ان سے دعا کراؤں گا اور تیسرے نے یہ خیال جمایا کہ (حلوای صابونی غذای عواناں بود) میں ''صابونی حلوے جو اعوان قوم کی غذا ہے'' کی درخواست کروں گا۔ سوچتے ہوئے جب ہم سب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت حسین بن منصور حلاج کے اشعار کے حل پہلے ہی لکھوا رکھے تھے یہ میرے سامنے رکھ دیئے اور اس دریش کے پیٹ پر دست مبارک پھیرا اور اس کی تکلیف جاتی رہی اور تیسرے درویش سے فرمایا: چانکہ تم ''صابونی حلوے'' کی خواہش رکھتے ہو جو کہ اعوان قوم کی غذا ہے، حالانکہ تم اولیاء کے لباس میں ملبوس ہو اور اولیاء کا لباس اعوان قوم کے مطالبے اور خواہش کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا، لہٰذا تم دونوں میں سے ایک رخ اختیار کرلو۔

غرض کہ مقیم کو ایسے مسافر کی مدارات لازم نہیں جو حق کی رعایت نہ کرے اور اپنی نفسانی لذتوں کو نہ چھوڑے۔ جب تک کوئی شخص اپنی لذت پر قائم ہے محال ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کی لذتوں کو پورا کرنے میں اس کی موافقت کرے۔ جب وہ اپنی لذتوں کو چھوڑ دے گا تب وہ اس لائق ہوگا کہ دوسرا اس کی لذت کو برقرار رکھے تا کہ دونوں اپنے اپنے حال میں راہ پر قائم رہیں اور راہزن نہ بنیں۔

حضرت سلمان فارسی اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کی مثال

احادیث میں مشہور واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کے درمیان برادری قائم فرمائی تھی۔ یہ دونوں اصحاب صفہ کے سرکردہ افراد میں سے تھے اور باطنی اَسرار کے ائمہ ورؤساء میں سے تھے۔ ایک دن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کی مزاج پرسی کے لیے آئے تو گھر والوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ تمہارے بھائی ابوذر نہ دن میں کچھ کھاتے ہیں اور نہ رات میں سوتے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ کھانے کے لیے لاؤ۔ جب لایا گیا تو حضرت ابوذر سے کہا: اے بھائی! تمہیں زیبا یہ ہے کہ تم موافقت کرو اور میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ کیونکہ تمہارا یہ روزہ فرض تو ہے نہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان کے کہنے پر ان کے ساتھ کھانا کھایا جب رات ہوئی تو کہا اے بھائی! سونے میں تم کو میرا ساتھ دینا چاہئے۔ ”اِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ وَاِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقٌّ“ کیونکہ تمہارے اوپر اپنے جسم کا بھی حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تمہارے رب کا بھی حق ہے۔ دوسرے دن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو کل سلمان نے تم سے کہا تھا کہ ”اِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ الخ“

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب اپنی لذتوں کے چھوڑنے پر اقامت فرمائی تو حضرت سلمان نے انہیں ان کی لذتوں پر قائم کیا اور انہوں نے ان کی خاطر اپنے حق سے درگزر کیا۔اسی اصل وقاعدے پر جو کچھ تم کرو گے صحیح و مستحکم ہوگا۔

مجھ پر ایک زمانہ ایسا گزرا ہے کہ میں ملک عراق میں دنیاوی مال کو جمع کرنے اور ان کو خرچ کرنے میں خوب اسراف کرتا تھا۔جس کی وجہ سے مجھ پر قرض کا بار بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ جسے جو ضرورت پیش آتی میرے پاس آجاتا اور میں اس کی ضرورتیں پوری کرنے میں تکلیفیں اٹھاتا تھا۔اس زمانہ کے ایک بزرگ نے مجھے لکھا کہ اے فرزند! خیال رکھنا کہ تمہارا دل خدا سے غافل نہ ہوجائے اپنے دل کو فارغ رکھنا تم مشاغل میں پھنس گئے ہو، لہٰذا اگر کوئی دل اپنے سے زیادہ عزیز پاؤ تو جائز ہے کہ اس دل کی فراغت میں اپنے آپ کو مشغول کرلو، ورنہ اس کام اور اس شغل سے دست کش ہوجاؤ کیونکہ بندگان خدا کی کفالت خدا کے ذمہ ہے۔اسی لمحہ میرے دل میں اس فراغت کا جذبہ پیدا ہوگیا۔

یہ مسافروں کے بارے میں مقیموں کے احکام تھے جو اختصاراً بیان کر دیئے ہیں۔

مسافرت کے آداب

حضور داتا گنج بخش کے نزدیک سفر کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ظاہری سفر　　　　۲۔باطنی سفر

جب کوئی درویش اقامت چھوڑ کر سامان سفر اختیار کرے تو اس کے ادب کے احکام یہ ہیں کہ اس کا سفر خدا کے لیے ہو نہ کہ نفسانی پیروی میں، جس طرح ظاہر میں سفر اختیار کیا ہے اسی طرح باطن میں بھی اپنی نفسانی خواہش کو ترک کردے۔ ہمیشہ باوضو رہے اور اپنے اوراد و وظائف کو ترک نہ کرے۔زیبا یہی ہے کہ اس کا سفر یا تو ادائے حج کے لیے ہو یا بزرگ یا شیخ کی ملاقات یا کسی شیخ کے مزار کی زیارت کے لئے ہو۔ان کے سوا اگر کسی

اور مقصد سے سفر ہوگا تو وہ سفر میں شمار نہ ہوگا۔

سامانِ سفر

سفر کے حالت میں گدڑی، جانماز، لوٹا، جوتیاں اور عصا ضرور رکھنا چاہئے تا کہ گدڑی سے ستر پوشی کرے، مصلے پر نماز پڑھے، لوٹے سے طہارت و وضو کرے اور عصا سے مضر چیزوں کو دفع کرے۔ عصا کے فوائد اور بھی ہیں وہ وضو کے بعد جوتیاں پہن کر جانماز تک آ سکے۔ ان کے سوا سنت کی حفاظت کی خاطر دیگر چیزیں بھی سفر میں ساتھ رکھ سکتا ہے مثلاً کنگھا، ناخن تراش، سرمہ دانی وغیرہ اور اگر ان کے سوا ایسا سامان بھی ساتھ رکھے جو زیب و زینت اور آرائش سے متعلق ہو تو وہ سوچے کہ کس مقام میں ہے، اگر وہ منزل ارادت میں ہے تو اس کے لیے ان کے سوا سامان، قید، راہ کی بندش اور موجب حجاب ہوں گی اور اپنے نفس کی رعونت کے اظہار کا موجب بنے گی اور اگر وہ مقام تمکین و استقامت میں سے ہے تو اس کے لیے یہ سامان ہی نہیں، بلکہ ہر چیز درست ہوگی۔

مشاہدہ ومجاہدہ میں فرق

میں نے شیخ ابومسلم فارس بن غالب فارسی سے سنا ہے کہ میں ایک دن حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر فضل اللہ بن محمد کی زیارت کو حاضر ہوا تو انہیں چار بالشت کے تختہ پر سوتا ہوا پایا اور ان کا پاؤں ایک دوسرے پر رکھا ہوا تھا وہ اس وقت مصری چادر اوڑھے ہوے تھے اور میں ایسا لباس پہنے ہوئے تھا جو میلا ہو کر چمڑے کی مانند سخت ہو گیا تھا جسم تھکن سے چور چور اور محنت ومشقت اور مجاہدے سے پیلا پڑ گیا تھا۔ میرے دل میں ان سے ملاقات نہ کرنے کا جذبہ ابھرا اور دل میں خیال گزرا کہ ایک درویش یہ ہیں جو اس شاہانہ انداز کے ساتھ رہتے ہیں اور ایک میں درویش ہوں جو شکستہ حالی کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہوں۔ یہ اتنے

چین و راحت میں ہیں اور میں اس محنت و مشقت میں ہوں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ بزرگ میری باطنی کیفیت سے باخبر ہو گئے اور میرے غرور کو انہوں نے ملاحظہ فرما لیا۔ مجھ سے فرمایا: اے ابو مسلم! تم نے کون سی کتاب میں پڑھا ہے کہ اپنے کو دیکھنے والا درویش ہوتا ہے؟ جب میں نے ہر شے میں جلوہ الٰہی کا مشاہدہ کر لیا تو اسی نے مجھے تخت پر بٹھا دیا ہے اور جب کہ تم خود اپنے آپ کو دیکھنے ہی میں ابھی تک پڑے ہوئے ہو تو اس نے تمہیں محنت و مشقت میں ڈال رکھا ہے۔ میرے مقدر میں مشاہدہ ہے اور تمہارے مقدر میں مجاہدہ۔ یہ دونوں مقام راستہ کے مقامات میں سے ہیں۔ اللہ رب العزت اس سے پاک اور منزہ ہے۔ درویش وہی ہے جس کا مقام فنا ہو جائے اور وہ احوال سے گزر جائے شیخ ابو مسلم فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میرے ہوش اڑ گئے اور سارا جہان مجھ پر تاریک ہو گیا۔ جب اپنے آپ میں آیا تو ان سے معذرت کی اور انہوں نے مجھے معاف فرما دیا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ اے شیخ! مجھے واپسی کی اجازت عطا فرمائیے چونکہ آپ کے دیدار کی تاب نہیں رکھتا۔ انہوں نے فرمایا: "صدقت یا ابامسلم" ابو مسلم! تم نے ٹھیک کہا۔ اس کے بعد انہوں نے میری حالت کی تمثیل میں یہ شعر پڑھا۔

آنچہ گوشم نتوانست شنیدن بخبر
ہمہ چشمم بہ عیاں یکسرہ دیدآں ببصر

"جو خبر میرے کان سن نہ سکے اسے میری آنکھ نے سر بسر ظاہر دیکھ لیا۔"

ہاتھ پاؤں دھونے اور جوتا پہننے اور اتارنے میں سنت طریقہ

ہر مسافر پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ سنت کی حفاظت کرے اور جب وہ کسی مقیم کے یہاں پہنچے تو احترام کے ساتھ اس کے پاس جائے۔ اسے سلام کرے پھر بایاں قدم جوتی سے نکالے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے اور جب جوتی میں پاؤں ڈالے تو پہلے داہنا

پاؤں ڈالے، اس کے بعد دوسرا جب پاؤں دھوئے تو پہلے دایاں پھر بایاں، اور دو رکعت تحیۃ الوضو کے پڑھے، اس کے بعد درویشوں کے حقوق کی رعایت کی طرف متوجہ ہو۔

ایسا نہ چاہئے کہ مقیم کی کسی حالت پر اعتراض کرے یا کسی کے ساتھ زیادتی کرے خواہ معاملات سے متعلق ہو یا گفتگو سے اپنے سفر کی سختیوں کو بیان نہ کرے، نہ اپنے علم کو جتائے اور لوگوں کے سامنے حکایات و روایات بیان نہ کرے کیونکہ یہ باتیں اظہار رعونت کی موجب ہیں اور لازم ہے کہ جاہلوں کی باتوں کو برداشت کرے اور اللہ کی رضا کیلئے ان کی زیادتیوں پر صبر کرے کیونکہ اس میں بڑی برکتیں ہیں، اگر کوئی مقیم یا ان کا خادم اسے کوئی حکم دے یا اسے کسی کو سلام کرنے یا کہیں کسی کی زیارت کرنے کو کہا جائے تو جہاں تک ممکن ہو انکار نہ کرے۔ بایں ہمہ دنیاداری کی مروت کا دل میں خیال نہ ہو۔

برادران طریقت کے افعال کی ہر ممکن تاویل و عذر کرے اور دل میں اپنی کسی حاجت کا رنج نہ آنے دے اور نہ مقیموں کو بادشاہوں کے دروازے پر لے جائے۔ مسافر و مقیم ہر حاجت اور اپنی تمام حالتوں میں رضائے الٰہی کا خواہاں رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن عقیدت رکھے۔ سب کو برابر جانے اور پیٹھ پیچھے کسی کی غیبت نہ کرے کیونکہ طالبان حق کے لیے فضول باتیں کرنا برا ہے اور بری بات کہنا تو بڑی بدنصیبی ہے۔ محققین فعل کی شکل میں فاعل کو دیکھتے ہیں۔ جب وہ مخلوق کو برا کہے گا تو اس سے خالق کی برائی لازم آئے گی۔ اگرچہ کوئی بندہ عیب دار، محجوب اور بے مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو۔ فعل پہ جھگڑنا فاعل پر جھگڑنا ہوتا ہے۔ اگر انسانی آنکھ لوگوں پر پڑے تو وہ سب سے دور رہے اور جانے کہ ساری مخلوق مجبور اور مغلوب و عاجز ہے کوئی شخص مشیت الٰہی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا اور جو کچھ وہ کرتا ہے وہ سب خدا کا ہی پیدا کردہ ہے۔ کسی مخلوق کو اس کی ملکیت میں تصرف کرنے کا حق نہیں ہے۔ کسی ذات پر خدا کے سوا کسی مخلوق کو مطلق تغیر و تبدل کی قدرت نہیں

ہے۔(باللہ التوفیق)

آدابِ غذا (جانوروں کی کھانے کی تقسیم)

واضح رہنا چاہیۓ کہ انسان کو غذا کے بغیر گزارہ نہیں کیونکہ بدن کی طاقت کھانے پینے کے بغیر ناممکن ہے لیکن غذا کے استعمال کی شرط یہ ہے کہ اس میں مبالغہ نہ کرے اور نہ رات دن کھانے پینے کی فکر میں مشغول رہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

مَنْ كَانَ هِمَّتُهٗ مَا يَدْخُلُ فِيْ جَوْفِهٖ فَاِنَّ قِيْمَتُهٗ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ "جو پیٹ میں داخل کرنے کی ہی فکر میں رہتا ہے اس کی قدر و قیمت وہ ہوتی ہے جو اس سے خارج ہوتا ہے۔"

اسی لیے سالکان راہ حق کے لیے بسیار خوری سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان رساں نہیں۔ تفصیل بھوک کے باب میں گزر چکی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: آپ بھوکے رہنے کی اتنی زیادہ تعریف کیوں فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ اگر فرعون بھوکا رہتا تو ہرگز "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" (النازعات آیت ۲۷) (میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں) نہ کہتا۔ اگر قارون بھوکا رہتا تو باغی نہ ہوتا اور لومڑی چونکہ بھوکی رہتی ہے اس لیے ہر ایک اس کی تعریف کرتا ہے جب پیٹ بھر جاتا ہے تو نفاق پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کی حالت بیان کرتے ہیں فرماتا ہے کہ:

ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (سورۃ الحجر، آیت نمبر ۳) "انہیں چھوڑو جو کھاتے اور عیش کرتے ہیں وہ اپنی خواہشوں میں مگن ہیں۔ عنقریب وہ اپنا انجام جان لیں گے۔"

نیز فرماتا ہے کہ:

وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَ یَأْکُلُوْنَ کَمَا تَأْکُلُ الْاَنْعٰمُ وَ النَّارُ مَثْوًی لَّھُمْ

کافر لوگ عیش کرتے اور کھانے پینے میں ایسے ہی ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

(سورۃ محمد، آیت نمبر ۱۲)

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک پیٹ بھر کر حلال غذا کھانے کے مقابلہ میں شراب سے پیٹ کو بھرنا زیادہ بہتر ہے۔ لوگوں نے پوچھا: یہ کیسے؟ انہوں نے فرمایا: اس لیے شراب سے بھرا پیٹ، عقل کی طاقت سلب کر لیتا ہے شہوت کی آگ بجھا دیتا ہے اور بے ہوش ہو کر اس کے زبان و ہاتھ سے لوگ محفوظ ہو جاتے ہیں لیکن جب پیٹ حلال غذا سے پر ہو جاتا ہے تو بے ہودہ تمنائیں، شہوت اور نفس اپنے مقدر کے حصول میں سر اٹھاتے ہیں۔ مشائخ طریقت نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

اَکْلُھُمْ کَاَکْلِ الْمَرْضٰی وَنَوْمُھُمْ کَنَوْمِ الْغَرْقٰی

ان کا کھانا بیماروں کی طرح، ان کی نیند گہری نیند والوں کی مانند۔

غذا کے شرط و آداب میں سے یہ ہے کہ تنہا نہ کھائے اور دوسرے کو بھی اس میں شریک بنائے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

شَرُّ النَّاسِ مَنْ اَکَلَ وَحْدَہٗ وَضَرَبَ عَبْدَہٗ وَمَنَعَ وَفْدَہٗ

سب سے زیادہ برا شخص وہ جو اکیلا کھائے غلام کو مارے اور خیرات سے روکے رہے۔

جب دسترخوان پر بیٹھے تو خاموش نہ بیٹھے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرے اور کوئی چیز اس طرح نہ رکھے اور نہ اٹھائے جسے لوگ ناپسند کریں، پہلا لقمہ نمکین غذا کا لے اور

اپنے ساتھیوں کا لحاظ و پاس کرے۔ ایثار وانصاف سے کام لے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ سے کسی نے آیہ کریمہ "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ" (۹۰:۱۶) (اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے) کی تفسیر معلوم کی تو انہوں نے بتایا انصاف تو یہ ہے کہ اپنے ساتھی کو کھانے میں شریک کرے اور احسان یہ ہے کہ ساتھی کے کھلانے کو خود پر افضل جانے۔

میرے شیخ ومرشد فرماتے ہیں کہ میں اس مدعی پر تعجب کرتا ہوں جو کہتا ہے کہ میں تارک دنیا ہوں اور حال یہ ہے کہ وہ کھانے کی فکر میں رہتا ہو۔

اس کے بعد لازم ہے کہ داہنے ہاتھ سے لقمہ لے اور اپنے لقمہ کے سوا کسی کی طرف نہ دیکھے۔ کھانے میں پانی کم پئے اور پانی اس وقت پئے جب سچی پیاس لگے اور اتنا پیئے جس سے جگر تر ہو جائے اور لقمہ بہت بڑا نہ لے اور اسے خوب چبائے۔ کھانے میں جلدی نہ کرے کیونکہ ان باتوں سے بدہضمی پیدا ہوتی ہے اور سنت کے خلاف بھی ہے اور جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو حمد و شکر بجالائے اور ہاتھ دھوئے۔

اگر جماعت میں سے دو یا تین یا زیادہ افراد کو پوشیدہ طور پر کسی خاص چیز پر مدعو کریں اور چھپا کر کھلانا چاہیں تو بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ حرام ہے اور مصاحبوں کی خیانت ہے "اُولٰٓئِكَ مَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ" (۱۷۴:۲) یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ جب سب اس پر متفق ہوں تو یہ جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر صرف ایک ہو تو جائز ہے کیونکہ اس کے لیے انصاف شرط نہیں ہے کیونکہ انصاف کی شرط تو ایک سے زیادہ افراد کے درمیان ہے اور جب وہ اکیلا ہو تو اس سے صحبت کے یہ آداب ساقط ہو جاتے ہیں اور بندہ اس میں ماخوذ (دسترخوان پر موجود جو بھی ہو) کو رد نہ کرے اور اس میں مذہب کی سب سے بڑی بنیادی

بات یہ ہے کہ کسی درویش کی دعوت کو رد نہ کرے اور کسی دنیادار کی دعوت کو قبول نہ کرے اور نہ اس کے گھر جائے اور نہ ان سے کچھ مانگے کیونکہ اہل طریقت کے نزدیک یہ مداہنت (جو دل میں ہو اس کے برخلاف کرنا) ہے، اس لیے کہ دنیادار، درویش کے لیے نامحرم ہے اور وہ اس کا ہم جنس نہیں ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انسان نہ تو سامان کی کثرت کی بنا پر دنیادار بنتا ہے اور نہ سامان کی قلت کی بنا پر درویش (مرد بہ کثرت متاع، دنیادار نبا شدوبہ قلت آن درویش نہ) اور جو فقر کو تونگر پر فوقیت نہیں دیتا، وہ دنیادار نہیں ہے اگرچہ بادشاہ ہو اور جو فقر کا منکر ہے وہ دنیادار ہے اگرچہ وہ مضطرب و بے قرار ہو اور جب کسی دعوت میں شریک ہو تو کسی چیز کے کھانے یا نہ کھانے میں تکلف نہ برتے اور وقت کے مطابق روش اختیار کرے۔ جب صاحب دعوت محرم ہو تو اسے جائز ہے کہ بچا ہوا کھانا گھر والوں کے لیے اٹھا لے اور اگر نامحرم ہے تو بچا ہوا کھانا گھر میں لے جانا جائز نہیں ہے لیکن کسی حالت میں پس خوردہ چھوڑنا بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ "اَلزَّلَّۃُ زَلَّۃٌ" پس خوردہ بچانا ذلت و کمینگی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

چلنے پھرنے کے آداب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا" (سورہ الفرقان، ۵:۶۳) رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع و انکساری سے چلتے ہیں۔

طالب حق پر لازم ہے کہ وہ رفتار میں ہمیشہ اس کا خیال رکھے کہ جو وہ قدم اٹھاتا ہے وہ اپنی طاقت سے اٹھاتا ہے یا خدا کی طاقت سے۔ اگر وہ یہ خیال کرے کہ اپنی طاقت سے ہے تو استغفار کرے اور اگر اس پر یقین ہو کہ خدا کی دی ہوئی طاقت سے ہے تو اسے اس یقین پر مزید اضافہ کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک دن انہوں نے کوئی دوا کھائی لوگوں

نے عرض کیا کہ کچھ دیر صحن میں تشریف رکھیں تا کہ دوا کا اثر و فائدہ ظاہر ہو آپ نے فرمایا: میں خدا سے حیا کرتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ مجھ سے پوچھے گا تو نے اپنے نفس کی خاطر چند قدم کیوں اٹھائے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔

"وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" (۳۶:۶۵)

ان کے قدم گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کرتے تھے؟

درویش کو لازم ہے کہ بیداری میں سر جھکائے، مراقبہ میں رہے اور کسی طرف نظر نہ اٹھائے اگر راستہ میں کوئی شخص اس کے برابر سے گزرے تو بجز اپنے کپڑے بچانے کے کہ اس کے پاؤں کے نیچے نہ آئے (کیونکہ وہ ان کپڑوں سے نماز پڑھتا ہے) خود کو بچانے کی کوشش نہ کرے لیکن اگر یہ پتا چل جائے کہ وہ شخص کافر ہے یا وہ نجاست میں آلودہ ہے تو اپنے آپ کو اس سے بچانا ضروری ہے۔

اور جب جماعت کے ساتھ چلے تو آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ آگے بڑھ کر چلنا تکبر کی علامت ہے، بہت پیچھے رہنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ اس میں تواضع کی زیادتی ہے چونکہ زیادتی تواضع کو دیکھنا بھی عین تکبر ہے۔

کھڑاؤں اور جوتوں کو جہاں تک ہو سکے ظاہری نجاست سے بچائے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے برکت سے رات میں اس کے کپڑوں کو محفوظ رکھے۔

جب کسی جماعت یا کسی ایک درویش کے ساتھ جا رہا ہو تو راستہ میں کسی اور سے بات کرنے کے لیے اسے محو انتظار نہ چھوڑ دے۔ رفتار میں میانہ روی کو ملحوظ رکھے نہ زیادہ آہستہ چلے اور نہ تیز دوڑ کر۔ آہستہ چلنا متکبروں کی علامت ہے۔ قدم پورا رکھے۔ غرض کہ ہر طالب حق کی رفتار ایسی ہو کہ اگر کوئی اس سے پوچھے کہ کہاں جا رہے ہو تو وہ کامل دل جمعی کے ساتھ کہہ سکے کہ "وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ" (۳۷:۹۹) میں خدا کی

طرف جا رہا ہوں اسی نے میری رہنمائی فرمائی ہے۔ اگر اس کا چلنا ایسا نہ ہو تو یہ اس کے لیے موجب وبال ہوگا کیونکہ قدموں کی درستی خطرات سے محفوظ رہنے کی نشانی ہے۔ جو اس درستی کی فکر میں رہتا ہے حق تعالیٰ اس کے قدموں کو اس کے اندیشہ کا پیرو کار بنا دیتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ بغیر مراقبہ کے درویش کا چلنا، غفلت کی نشانی ہے۔ کیونکہ وہ جس مقام پر ہوتا ہے دو قدم سے معلوم ہو جاتا ہے یعنی ایک اپنے نصیب پر قدم رکھتا ہے اور دوسرا فرمان الٰہی پر مطلب یہ ہے کہ وہ ایک مقام سے قدم اٹھاتا ہے اور دوسرے مقام پر قدم رکھتا ہے گویا طالب کی رفتار، مسافت کو طے کرنے کی علامت ہے اور قرب حق، مسافت نہیں ہے۔ جب اس کا قرب مسافت نہیں تو طالب کو محل سکون میں قدموں کے ذریعہ قطع مسافت کے بغیر کیا چارہ؟ وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ

مسافر اور مقیم کے لیئے سونے کے آداب

واضح رہنا چاہئے کہ مشائخ طریقت کا اس معنیٰ میں بہت اختلاف ہے۔ ہر گروہ کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ غلبہ نیند کے بغیر سونا نہ چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"اَلنَّوْمُ أَخُ الْمَوْتِ"

خواب بر دار مرگ است

نیند موت کی بہن ہے

لہٰذا زندگانی حق تعالیٰ کی نعمت ہے اور موت بلا۔ لامحالہ بلا کے مقابلہ میں نعمت اچھی چیز ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

أَطْلَعَ الْحَقُّ عَلَيَّ فَقَالَ مَنْ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطلاع میں مجھ سے فرمایا:

نَامَ غَفَلَ وَمَنْ غَفَلَ حُجِبَ جو سویا وہ غافل ہوا اور جو غافل ہوا وہ محجوب رہا

ایک گروہ کے نزدیک جائز ہے کہ مرید بالقصد سوئے اور سختی کر کے نیند کو لائے جب کہ وہ احکام الٰہی کو پورا کر چکا ہو۔ اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ عَنِ الْقَائِمِ حَتّٰی یَنْتَبِهَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَحْتَلِمَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یُفِیْقَ (ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی وغیرہ)

تین شخصوں سے حکم الٰہی اٹھایا گیا ہے ایک سونے والے سے جب تک کہ وہ نہ جاگے دوسرے بچے سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو، تیسرے دیوانے سے جب تک کہ اسے افاقہ نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ بندہ جب تک سوتا رہتا ہے بیدار ہونے تک قلم تقدیر اٹھا رہتا ہے اور مخلوق اس کی برائی سے محفوظ رہتی ہے اور اس کے اختیارات معطل اور اس کا نفس معزول رہتا ہے اور کراماً کاتبین اس کے نامہ اعمال میں کچھ نہیں لکھتے۔ اس کی زبان دعووٴں، جھوٹ اور غیبت سے رکی رہتی ہے اور اس کا ارادہ عجب و ریا سے دور رہتا ہے "لَا یَمْلِكُ لِنَفْسِهٖ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَیَاتًا وَّلَا نُشُوْرًا"۔ یعنی سونے والا اپنی جان کے نفع ونقصان، موت وحیات اور اٹھنے کا مالک نہیں رہتا۔ اسی بنا پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

لَاشَیْءَ اَشَدُّ عَلٰی اِبْلِیْسَ مِنْ نَّوْمِ الْعَاصِیْ فَاِذَا نَامَ الْعَاصِیْ یَقُوْلُ مَتٰی یَنْتَبِهُ وَیَقُوْمَ حَتّٰی یَعْصِیَ اللّٰہَ

شیطان پر گنہگار کے سونے سے بڑھ کر کوئی چیز سخت نہیں۔ جب گنہگار سوتا ہے تو وہ کہتا ہے کب یہ اٹھے گا جو اٹھ کر خدا کی نافرمانی کرے گا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت علی بن سہل اصفہانی سے اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت علی بن سہل نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لطیف معنی کا خط لکھا۔ آپ نے اسے سن کر اختلاف فرمایا۔ حضرت علی بن سہل نے اس خط میں اپنا مقصد

اس طرح ظاہر فرمایا تھا کہ ''نیند چونکہ غفلت و آرام کا موجب ہے، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے کیونکہ محبّ کو دن رات میں کبھی نیند و آرام کا ہوش نہیں ہوتا۔ اگر وہ سو جائے تو اپنے مقصود سے محروم رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ "يَا دَاوٗدُ كَذَّابٌ مَنِ ادَّعٰى مَحَبَّتِيْ فَإِذَا جَنَّهُ اللَّيْلُ نَامَ عَنِّيْ" اے داؤد! وہ شخص میری محبت کے دعوے میں جھوٹا ہے جس پر رات کا اندھیرا چھا جائے اور وہ مجھ سے غافل ہو کر سو جائے اور میری محبت کو چھوڑ دے۔''

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ واضح رہنا چاہئے کہ ہماری بیداری، راہ حق میں ہمارا معاملہ ہے اور ہماری نیند حق تعالیٰ کا ہم پر فعل ہے، لہٰذا ہماری بے اختیاری کی حالت میں جو کچھ ہم پر گزرتا ہے وہ سب ہم پر حق تعالیٰ کا فعل ہے، لہٰذا ہماری بے اختیاری کی حالت میں جو کچھ ہم پر گزرتا ہے وہ سب ہم پر حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ ہماری طرف سے ہمارا اختیار حق تعالیٰ کے تحت تصرف میں ہے۔ "وَالنَّوْمُ مَوْهِبَةٌ مِّنَ اللهِ تَعَالٰى عَلَى الْمُحِبِّيْنَ" لہٰذا محبوبان خدا پر نیند کا غلبہ، حق تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔'' اس مسئلہ کا تعلق صحو و سکر [1] سے ہے اس جگہ یہ بات وضاحت سے کی جا چکی ہے لیکن یہ بات حیرت کی ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صاحب صحو مرد خدا تھے، اس جگہ انہوں نے سکر کی تقویت فرمائی۔ ممکن ہے کہ آپ اس وقت مغلوب الحال ہوں اور اسی حالت میں آپ نے یہ تحریر فرمایا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مسلک اس کے برخلاف ہو کیونکہ نیند بنفسہٖ خود صحو ہے اور بیداری عین سکر۔ اس لیے نیند آدمی کی صفت ہے اور جب تک آدمی اپنی صفتوں کے سایہ میں رہتا ہے تو وہ صحو کے ساتھ منسوب ہوتا ہے اور نہ سونا حق تعالیٰ کی صفت ہے۔ جب آدمی صفت حق کے سایہ میں ہوتا

---

[1] سکر سے مراد محبت الٰہی کے غلبہ میں مدہوشی، صحو سے مراد (ہوش و اختیار) مقصد کا حصول ہے۔

ہے تو ہوسکر کے ساتھ ہوتا ہے اور مغلوب الحال ہوتا ہے۔

میں نے مشائخ کی ایک جماعت دیکھی ہے جو نیند کو بیداری پر فضیلت دیتی ہے اور وہ حضرت جنید کے مسلک کے موافقت کرتی ہے کیونکہ بکثرت اولیاء بزرگان دین اور انبیاء عظام علیہم السلام پر ہمیشہ نیند کا ظہور ہوتا تھا اور ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا یہ ارشاد بیان فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اس بندے پر اظہار خوشنودی فرماتا ہے جو بحالت سجدہ میں سو جاتا ہے اور اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کی طرف دیکھو اس کی روح مجھ سے ہم راز ہے اور اس کا بدن عبادت کے فرش پر ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرماتے ہیں کہ:

"مَن نَّامَ عَلَی طَھَارَۃٍ یُؤذَنُ لِرُوحِہٖ اَنْ یَّطُوفَ بِالْعَرْشِ وَیَسْجُدَ اللّٰہِ تَعَالٰی" جو شخص باوضو سوئے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اجازت فرماتا ہے کہ وہ عرش کا طواف کرے اور وہاں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے۔

میں نے ایک حکایت میں دیکھا ہے کہ حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال بیدار رہے پھر جب ایک رات سوئے تو خواب میں انہیں حق تعالیٰ کا دیدار ہوا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ اس امید میں سوتے رہے۔ اس معنی میں قیس عامری کا یہ شعر ہے۔

وَاِنِّیْ لَاَسْتَنْعِسُ وَمَابِیْ نَعْسَۃٌ
لَعَلَّ خِیَالًا مِّنْکَ یُلْقِیْ خِیَالًا

میں بامقصد سوتا ہوں، حالانکہ مجھے نیند نہیں آتی۔ شاید کہ خواب میں تیرے خیال سے ملاقات ہو جائے۔

مشائخ کی ایک جماعت کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ بیداری کو خواب پر فضیلت دیتے ہیں اور حضرت علی بن سہل کی موافقت کرتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء و

مرسلین علیہم السلام کو وحی اور اولیاء کرام کو کرامتیں بیداری ہی میں ہوتی ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ فِي النَّوْمِ خَيْرًا لَكَانَ فِي الْجَنَّةِ نَوْمٌ اگر نیند افضل ہوتی تو یقیناً جنت میں بھی سونا ہوتا۔

مطلب یہ کہ اگر نیند میں کوئی خوبی ہوتی تو جنت میں جو مقام قربت ہے وہاں نیند ضرور آتی چونکہ جنت میں نہ حجاب ہے نہ نیند اس سے ظاہر ہے کہ نیند میں حجاب ہے۔

ارباب لطائف فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب نیند آئی تھی تو ان کے بائیں پہلو سے حوا کو پیدا فرمایا تھا اور ان کی تمام بلاؤں کا سرچشمہ یہی حوا تھیں، نیز فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا: "يَابُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ" (۳۷:۱۰۲) اے میرے فرزند! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے والد ماجد! "هٰذَا جَزَاءُ مَنْ نَامَ عَنْ حَبِيْبِهٖ" یہ اپنے حبیب سے سو جانے کا بدلہ ہے۔ "لَوْ لَمْ تَنَمْ لَمَا أُمِرْتُ بِذِبْحِ الْوَلَدِ" اگر آپ نہ سوتے تو آپ کو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم نہ دیا جاتا لہٰذا آپ کی نیند آپ کو بے اولاد اور مجھے بے جان بناتی ہے۔ اس کے سوا بوقت ذبح میری تکلیف تو ایک لمحہ کے لیے ہوگی مگر بے اولاد ہونے کی تکلیف آپ کے لیے دائمی ہوگی۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ وہ ہر رات نمک کے پانی سے تر کر کے سلائی سامنے رکھ لیتے تھے جب نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ میں وہ سلائی پھیر کرتے تھے۔

حضور سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ جب وہ فرائض کی ادائیگی سے فارغ ہوتے تو سو جاتے تھے۔ میں نے شیخ احمد سمرقندی کو بخارا میں دیکھا کہ وہ ایک سال تک رات بھر نہیں سوئے۔ دن میں کچھ دیر کے لیے سو جاتے تھے،

اس میں بھی اس سے رجوع ان کا مقصد تھا۔ اس لیے کہ جسے زندگی کے مقابلہ میں موت زیادہ عزیز ہوتو ظاہر ہے کہ اسے بیداری کے مقابلہ میں نیند پیاری ہوگی اور جسے موت کے مقابلہ میں زندگی زیادہ عزیز ہواس کے لیے زیبا ہے کہ وہ نیند کے مقابلہ میں بیداری کو زیادہ عزیز رکھے، لہٰذا جو تکلیف سے بیدار رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو برگزیدہ فرما کر بلند تر مقامات پر فائز فرمایا۔ "قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا" (مزمل) رات کو کم قیام فرمایئے، بلکہ آدھی رات تک۔

اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے جو نیند میں تکلف برتے اور بیداری کی مشقت اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو برگزیدہ فرمایا اور انہیں مقام اعلیٰ پر پہنچایا ان کی گردن سے کفر کا لباس اتارا، وہ نہ نیند کا تکلف کرتے تھے نہ بیداری کا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان پر ایسی نیند طاری فرمائی کہ ان کے اختیار کے بغیر اللہ تعالیٰ ان کی پرورش فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ (۱۸:۱۸)

تم گمان کرتے ہو کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو داہنے اور بائیں پہلو بدلتا ہے (اور خواب و بیداری دونوں حالتوں میں بے اختیار ہیں)

جب بندہ اس درجہ پر فائز ہو جائے کہ اس کا اختیار جاتا رہے اور اپنے کھانے پینے سے دست کش ہو جائے اور اس کی تمام ہمتیں غیر سے جدا ہو جائیں، پھر اگر وہ سوئے یا جاگے ہر حال میں عزیز ہوتا ہے، لہٰذا مرید کے لیے نیند کی شرط یہ ہے کہ اپنی پہلی نیند کو اپنی عمر کی آخری نیند جانے۔ گناہوں سے بچے اور دشمنوں کو راضی کرے۔ طہارت کے ساتھ رہے داہنے پہلو پر قبلہ رو ہو کر سوئے۔ دنیاوی کام ٹھیک رکھے۔ نعمت اسلام کا شکر بجالائے

اور عہد کرے کہ اگر بیدار ہوا تو پھر گناہوں میں مبتلا نہ ہوگا۔ جو شخص اپنی بیداری مین کاموں کو درست رکھتا ہے، اس کے لیے نیند ہو یا موت دونوں میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

ایک بزرگ ایک ایسے امام کے پاس جایا کرتے تھے جو مرتبہ و عزت نفس کی رعونت میں مبتلا تھا، وہ بزرگ اس سے کہتے تھے اے فلاں شخص! تجھے مرجانا چاہئے، اس کلمہ سے اس امام کا دل رنجیدہ ہوا کرتا تھا اور کہا کرتا کہ یہ بزرگ ہمیشہ مجھ سے یہی کہتا رہتا ہے۔ کل میں اس کے کہنے سے پہلے یہ کلمہ اس سے کہوں گا، چنانچہ جب پھر وہ بزرگ اس کے پاس آئے تو اس امام نے کہا: تمہیں مرجانا چاہیے۔ اس بزرگ نے مصلے کو بچھایا سر کو زمین پر رکھا اور کہا: میں مرتا ہوں اور اسی وقت اس بزرگ کی روح پرواز کرگئی۔ اس واقعہ میں امام کو یہ تنبیہ تھی کہ وہ جان لے کہ یہ بزرگ جو مرجانے کو کہا کرتے تھے، خود بھی مرنے سے نہیں ڈرتے۔

میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو اس کی ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ نیند کے غلبہ کے وقت سونا چاہئے اور جب بیدار ہو جائے تو دوبارہ سونا مریدوں کے لیے حرام ہے۔ چونکہ بندے کو نیند غفلت لاتی ہے۔ حضور داتا صاحب اس گفتگو کو اس جملے پر ختم کرتے ہیں (اندر این معنی سخن بسیار اید) ''اس معنی میں بحث طویل ہے'' اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

واللہ اعلم

سکوت و کلام کے آداب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صٰلِحًا" (۴۱:۳۳) سب سے بہتر کلام یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کو پکارے اور نیک کام کرے۔ نیز فرمایا "قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ" (۲:۲۶۳) نیک بات کہو اور فرمایا: "قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا" (۴۶:۲۹) کہو کہ ہم ایمان لائے۔

قوت گویائی ایک نعمت ہے

واضح رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اچھی بات کہنے کا حکم دیا ہے مثلاً حق تعالیٰ کی معبودیت کا اقرار، اس کی حمد وثنا اور مخلوق خدا کو دعوت وتبلیغ وغیرہ قوت گویائی حق تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے بڑی نعمت ہے۔ آدمی اس صفت کے ذریعہ دیگر مخلوق سے ممتاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ" (۱۷:۷۰) بنی آدم کو ہم نے مکرم بنایا۔ مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی گویائی عطا فرمانے کے ہیں۔ اگرچہ گویائی خدا کی ظاہر نعمت ہے لیکن اس کی آفت بھی بہت بڑی ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِيْ اللِّسَانَ"[1] "میری امت پر سب سے زیادہ خوفناک چیز زبان ہے مجھے اس کا خوف ہے۔" گفتار، شراب کی مانند ہے جس سے عقل مخمور ہوجاتی ہے۔ آدمی جب شراب کلام میں پڑ جاتا ہے تو اس سے نکلنا آفت ہے اس لیے وہ انتہائی ضرورت کے بغیر بات نہیں کرتے گویا وہ ابتدا اور انتہا میں گفتار آفت ہے اس لیے وہ انتہائی ضرورت کے بغیر بات نہیں کرتے گویا وہ ابتدا اور انتہا میں گفتگو پر قابو رکھتے ہیں اگر ساری گفتگو حق کے لیے ہو تو بات کرتے ہیں، ورنہ خاموش رہتے ہیں۔ ان کا پختہ اعتقاد ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھیدوں کو جانتا ہے اور ان لوگوں کو بہت برا جانتے ہیں جو حق تعالیٰ کو ایسا نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ" (۴۳:۸۰) کیا یہ کافر لوگ گمان رکھتے ہیں کہ ہم ان کے بھیدوں کو اور خفیہ باتوں کو نہیں سنتے۔ ہاں! ہمارے فرشتے بھی ان کے پاس سب کچھ لکھ

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، حدیث نمبر 3972

رہے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مَنْ سَکَتَ نَجٰی" جو خاموش رہا اس نے نجات پائی، لہٰذا خاموشی میں بہت فوائد ہیں اور اس میں بہت فتوحات ہیں اور بولنے میں بکثرت آفت۔

خاموشی افضل ہے یا بولنا افضل ہے

مشائخ طریقت کی ایک جماعت بولنے پر خاموشی کو افضل سمجھتی ہے اور ایک جماعت خاموشی پر بولنے کو ترجیح دیتی ہے۔

پہلے گروہ کا مؤقف

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الفاظ و عبارات سراسر دعاوی (اشارات) ہیں۔ جس وقت معانی کا اثبات ہو جاتا ہے تو الفاظ و عبارات والے دعاوی جاتے رہتے ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ انسان اختیاری حالت میں سقوط کلام میں معذور ہو جاتا ہے۔ یعنی بحالت بقا خوف کی وجہ سے باوجود بولنے پر قادر ہونے کے وہ بول نہیں سکتا۔ اس کا نہ بولنا، معرفت کی حقیقت میں کوئی حرج پیدا نہیں کرتا اور کسی وقت بندہ بے معنی محض خالی دعوؤں میں معذور نہیں ہوتا اس کا حکم منافقوں کی مانند ہو جاتا ہے، لہٰذا بے معنی دعویٰ نفاق ہے اور بے دعویٰ معنی اخلاص پر مبنی ہے کیونکہ جس بندے کے لیے راستہ کھل جاتا ہے وہ گفتار سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس معنی کی وہ خبر دے گا اس کے الفاظ و عبارت سب غیر ہوں گے اور حق تعالیٰ بے نیاز ہے کہ احوال کی تعبیر و تفسیر کسی غیر کے ذریعہ کرائے۔ اس کا غیر اس لائق نہیں کہ اس کی طرف التفات کیا جائے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تائید میں فرماتے ہیں کہ "مَنْ عَرَفَ اللہَ کَلَّ لِسَانُہٗ"

جس نے حق تعالیٰ کو دل سے پہچان لیا اس کی زبان، بیان سے عاجز ہوگئی کیونکہ اظہار بیان میں حجاب دکھائی دیتا ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کھڑے ہو کر نعرہ مارا کر ''یا مرادی'' اور حق تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے ابوبکر! اگر تمہاری مراد حق ہے تو یہ اشارہ کیوں ہے کیونکہ وہ اس سے بے نیاز ہے اور اگر تمہاری مراد حق نہیں ہے تو تم نے خلاف کیوں کیا؟ حق تعالیٰ تمہارے قول کے بموجب علیم ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام پر توبہ واستغفار کیا۔

دوسرے گروہ کا موقف

وہ جماعت جو بولنے کو خاموشی پر ترجیح دیتی ہے، ان کا کہنا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہمیں اپنے احوال کے بیان کا حکم دیا ہے کیونکہ دعویٰ معنی کے ساتھ قائم ہے مثلاً اگر کوئی حق تعالیٰ کی معرفت عقل وخرد سے ہزار برس تک رکھے اور کوئی امر مانع بھی نہ ہو تو جب تک اپنی معرفت کا اقرار زبان سے نہ کرے، اس کا حکم کافروں جیسا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حمد وثناء اور شکر خدا بجالانے کا حکم دیتا ہے، اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ''وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ'' (سورۃ الضحیٰ) اپنے رب کی نعمتوں کو اچھی طرح بیان کرو۔ حمد وثناء اور بیان نعمت بندے کا کلام ہوتا ہے، لہٰذا ہمارا ذکر کرنا حکم خدا کی تعظیم اور بجا آوری کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ''اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ'' (۶۰:۴۰) مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ نیز فرمایا ''اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ'' (۱۸۶:۲) میں دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا مانگے۔ اس کے سوا بے شمار آیات اس کی دلیل ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جس کو اپنے حال کے بیان کی قدرت نہ ہو وہ بے حال

ہے اس لیے کہ گویائی کا وقت بھی تو ایک وقت وحال ہوتا ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

لِسَانُ الْحَالِ اَفْصَحُ مِن لِسَانِیْ
وَصَمْتِیْ عَنْ سُؤَالِیْ تَرْجُمَانِیْ

میری زبان سے زیادہ فصیح میرے حال کی زبان ہے
اور میرے سوال کی ترجمانی میری خاموشی کر رہی ہے

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے کرخ تشریف لے گئے۔ انہوں نے ایک بندے کو یہ کہتے سنا کہ "اَلسُّکُوْتُ خَیْرٌ مِّنَ الْکَلَامِ" خاموشی بولنے سے بہتر ہے۔ اس پر حضرت شبلی نے فرمایا: "سُکُوْتُکَ خَیْرٌ مِّنْ کَلَامِکَ وَکَلَامِیْ خَیْرٌ مِّنْ سُکُوْتِیْ" تیرا خاموش رہنا میرے بولنے سے بہتر ہے اور بولنا میرے خاموش رہنے سے بہتر ہے "لِاَنَّ کَلَامَکَ لَغْوٌ وَسُکُوْتَکَ هَزْلٌ وَکَلَامِیْ خَیْرٌ مِّنْ سُکُوْتِیْ لِاَنَّ سُکُوْتِیْ حِلْمٌ وَکَلَامِیْ عِلْمٌ" کیونکہ تیرا بولنا لغو ہے اور تیری خاموشی ٹھٹھہ اور میرا بولنا خاموشی سے اس لیے بہتر ہے کہ میری خاموشی میں حلم و بردباری اور کلام میں علم ودانائی ہے۔

صوفیاء کی دونوں آراء کے بعد حضور داتا گنج بخش کا فیصلہ

حضور سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کلام دوطرح کا ہوتا ہے اس طرح خاموشی بھی دوطرح کی ہوتی ہے۔ ایک کلام حق اور دوسرا کلام باطل۔ اسی طرح ایک سکوت مقصود ومشاہدہ کے حاصل ہونے کے بعد اور دوسرا غفلت وحجاب کی حالت میں۔ ہر شخص کو گفتار وسکوت کی حالت میں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہئے کہ اگر اس کا بولنا حق ہے تو اس کا بولنا اس کی خاموشی سے بہتر ہے اور اگر اس کا بولنا باطل ہے تو اس کی خاموشی اس کے بولنے سے بہتر ہے اور اگر حجاب وغفلت کی بنا پر ہو تو بھی بولنا خاموشی سے بہتر ہے ایک جہان اس کے معنی میں حیران وسرگرداں ہے۔ (عالمی اندراین دو معنی سر گر دانند)

آدم اور ابلیس کے بولنے میں فرق

کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے ہوس میں معنی سے خالی الفاظ وعبارت کو اپنا رکھا ہے اور کہتے پھرتے ہیں کہ بولنا خاموشی سے افضل ہے۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو گہرائی کے مقابلہ میں مینارہ تک کو نہیں جانتے اور اپنی جہالت کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ خاموشی، بولنے سے بہتر ہے کہ یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کی مانند ہیں کسے گویا کہیں اور کسے خاموش؟ "مَنْ نَّطَقَ اَصَابَ اَوْ غَلِطَ وَمَنْ اُنْطِقَ عَصَمَ مِنَ الشَّطَطِ" جو بولتا ہے یا تو وہ صحیح ہوگا یا غلط اور جو بولا جاتا ہے اسے خطا وخلل سے بچایا جاتا ہے، چنانچہ ابلیس علیہ اللعنہ نے کہا: "اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ" (۷:۱۲) میں آدم (علیہ السلام) سے بہتر ہوں (معاذ اللہ) اور حضرت آدم علیہ السلام سے یہ کہلوایا گیا کہ "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا" (۷: ۲۳) اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

لہٰذا مشائخ طریقت اپنی گویائی میں اجازت یافتہ اور بے قرار ہیں اور اپنی خاموشی میں شرم زدہ مجبور ہیں۔ "مَنْ كَانَ سُكُوْتُهٗ حَيَاءً كَانَ كَلَامُهٗ حيوٰةً" جس کی خاموشی شرم سے ہو اس کا کلام دعویٰ کی زندگی ہے۔ ان کا کلام دیدار سے ہے اور جو کلام بغیر دیدار کے ہو وہ موجب ذلت ورسوائی ہے۔ ایسے وقت نہ بولنا بولنے سے افضل ہے تاکہ اپنے آپ میں رہیں اور جب غائب ہو جاتے ہیں تو لوگ ان کے قول کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ:

مَنْ كَانَ سُكُوْتُهٗ لَهٗ ذَهَبًا جس کے لیے خاموشی سونا ہو تو اس کا کلام
كَانَ كَلَامُهٗ لِغَيْرِهٖ مَذْهَبًا دوسروں کے لیے مذہب ہوتا ہے۔

لہٰذا طالب حق پر لازم ہے کہ اگر اس کی غور وفکر بندگی میں ہوتو خاموش رہے تاکہ اس کی زبان جب بولے تو ربوبیت کے ساتھ بولے۔ اور اسی کی بات کہے اور اس کے الفاظ وعبارت مریدوں کے دلوں کو متاثر کرسکیں۔

بات کرنے کا ادب یہ ہے کہ بے حکم نہ بولے اور اتنا ہی جواب دے جو ضروری ہو خاموشی کا ادب یہ ہے کہ وہ جاہل نہ ہو اور نہ جہالت پر راضی ہو غفلت میں نہ رہے۔

مرید پر لازم ہے کہ مشائخ کے کلام میں دخل نہ دے اور نہ اس میں تصرف کرے اور سنسنی خیز باتیں نہ بیان کرے۔ اس زبان کو جس سے کلمہ شہادت پڑھا اور توحید کا اقرار کیا ہے اس کو غیبت اور جھوٹ سے پاک و صاف رکھے۔ مسلمانوں کو رنج نہ پہنچائے اور درویشوں کو صرف ان کے نام سے نہ پکارے اور جب تک کوئی ان سے معلوم نہ کرے خود کچھ نہ بولے۔ بات کرنے میں پہل نہ کرے اور اس درویش پر خاموشی لازم ہے جو باطل پر خاموش نہ رہ سکے۔ گفتگو کی شرط یہ ہے کہ حق کے سوا دوسری بات نہ کرے۔ اس کی اصل و فرع اور لطائف بہت ہیں بخوف طوالت اسی پر اکتفا کرتا ہوں وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَاب

سوال کے آداب

انسان انسان سے سوال نہ کرے اگر کوئی سوال کرے تو اس کو روکے نہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَا یَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا" (۲:۲۷۳) لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہ کرو اور جب کوئی سوال کرے تو منع نہ کرو۔

حضور اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ" (الضحیٰ) سائل کو نہ جھڑکو۔ جہاں تک ممکن ہو خدا کے سوا کسی سے سوال نہ کرو۔ اس لیے کہ غیر خدا کو سوال کا محل نہیں بنایا گیا ہے۔ سوال سے غیر خدا کی طرف التفات پایا جاتا ہے۔ جب

بندہ خدا سے روگرداں ہوتا ہے تو اس کا قوی اندیشہ ہوتا ہے کہ اسے محل اعراض میں نہ چھوڑ دیا جائے۔(یعنی اللہ بھی پھر توجہ نہیں فرماتا)

مخلوق سے سوال نہ کرنے کے دو ایمان افروز واقعات

کسی دنیادار نے حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا کہ اے رابعہ! مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا اے شخص! جب کہ میں دنیا کے پیدا کرنے والے سے حیا کرتی ہوں کہ دنیا اس سے مانگوں تو کیا اپنے جیسے سے مانگنے میں مجھے شرم نہ آئے گی؟

منقول ہے کہ ابومسلم کے زمانہ میں کسی صاحب دعوت نے ایک درویش کو بے گناہ چوری کے الزام میں پکڑوا دیا، چار راتیں اسے قید خانہ میں رہنا پڑا۔ ایک رات ابومسلم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: اے ابومسلم! مجھے خدا نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ اس کے دوست کو بے جرم قید خانہ میں ڈلوا دیا ہے جاؤ اسے آزاد کرو۔ ابو مسلم خواب سے بیدار ہوئے اور ننگے سر اور ننگے پاؤں قید خانہ دوڑتے ہوئے گئے حکم دیا کہ قید خانہ کا دروازہ کھول دیا جائے اور اس درویش کو باہر لے کر آئے۔ اس سے معافی مانگی اور کہا: کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔ درویش نے کہا کہ اے امیر! جس خدا کی شان یہ ہو کہ وہ آدھی رات کے وقت ابومسلم کو بستر سے جگا کر بھیجے اور بلا سے نجات دلائے، کیا اس کے بندے کے لئے زیبا ہے کہ وہ دوسروں سے سوال کرے؟ ابومسلم رونے لگے اور درویش کے سامنے سے ہٹ گئے۔

ایک جماعت کے نزدیک درویش کا سوال کرنا جائز ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہ کرو، اس میں اشارہ ہے کہ سوال تو کرو مگر گڑگڑاؤ نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود صحابہ کرام کی ضروریات پوری کرنے کے لیے صاحب ہمت کو ترجیح دی ہے اور ہمیں بھی ارشاد فرمایا کہ

اُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ حَسَّانِ الْوُجُوْهِ اپنی ضرورتوں کے لیے خوب صورت چہرہ والوں سے سوال کیا کرو۔

صوفیاء کے نزدیک تین طرح کے سوال مخلوق سے جائز نہیں

مشائخ طریقت فرماتے ہیں کہ تین باتوں کے لیے سوال جائز ہے۔

نمبر1: ایک یہ کہ دل کی فراغت کے لیے سوال ضروری ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ہم دوروٹیوں کی قیمت بھی نہیں رکھتے اور دن رات اس کا انتظار کرتے ہیں اور ہماری اضطراری وبے قراری کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے اس کے سوا کوئی حاجت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ کھانے کے انتظار کی مشغولیت سے بڑھ کر اور کوئی مشغولیت نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شفیق بلخی کے ایک مرید شقیق کی بابت دریافت کیا تو اس مرید نے بتایا کہ وہ لوگوں سے کنارہ کش ہو گئے ہیں اور توکل اختیار کر لیا ہے۔ حضرت بایزید نے فرمایا: جب تم جاؤ تو شفیق سے کہنا کہ دیکھو دوروٹی کی خاطر خدا کو نہ آزمانا؟ جب بھوکے ہو تو کسی ہم جنس سے دوروٹی مانگ لینا اور توکل کے نام کو ایک طرف رکھ دینا تاکہ تمہاری ولایت کا محل اپنے معاملہ کی بدبختی سے زمین پر نہ آجائے اور تباہ و برباد نہ ہو جائے۔

نمبر2: سوال کی دوسری غرض یہ ہے کہ نفس کی ریاضت کے لیے سوال کیا جائے تاکہ نفس ذلیل وخوار ہو سکے اور رنجیدہ ہو کر اپنی قدر و قیمت پہچانے کہ دوسروں کی نظر میں اس کی کیا منزلت ہے اور دوبارہ تکبر کر کے مصیبت میں نہ ڈالے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ آئے تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہارے دماغ میں ابھی تک یہ گھمنڈ ہے کہ میں خلیفہ کے خاص الخاص کا فرزند ہوں اور سامرہ کا امیر ہوں یہ تمہارے کام نہ آئے گا جب تک کہ تم

بازار میں جا کر ہر ایک کے سامنے دست سوال نہ پھیلاؤ اس وقت تک اپنی قدر و قیمت نہ جان سکو گے، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا روزانہ بازار میں ان کی قدر و قیمت گھٹتی گئی یہاں تک کہ چھ سال میں اس حال کو پہنچ گئے کہ انہیں بازار میں کسی نے کچھ نہ دیا۔ اس وقت حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابو بکر! اب تم اپنی قدر و قیمت کو پہنچانو کہ لوگوں کی نظر میں تمہاری کوئی قیمت نہیں ہے، لہٰذا تم ان لوگوں کو دل میں جگہ نہ دو اور ان کی کچھ منزلت نہ سمجھو۔ یہ معنی ریاضت کے لیے تھے نہ کہ کسب کے لیے، کسب کے طریق پر سوال کس طرح حلال نہیں ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک رفیق تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے بلایا اور دنیاوی نعمت سے اخروی نعمتوں میں پہنچا دیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا: مجھے بخش دیا ہے۔ میں نے پوچھا: کس بنا پر؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اٹھا کر فرمایا: اے میرے بندے! تو نے بخیلوں اور کمینوں کی بڑی اذیتیں برداشت کیں ہیں۔ تو نے ان کے آگے ہاتھ پھیلایا پھر صبر سے کام لیا۔ اس لیے تجھے بخشتا ہوں۔

نمبر 3: سوال کی تیسری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حرمت میں لوگوں سے سوال کرے تو تمام دنیاوی اموال کو خدا ہی کا جانے اور ساری مخلوق کو اس کا وکیل سمجھے اور جو اپنے نصیب کا ہو اسے خدا کے وکیلوں سے حاصل کرے۔ سوال تو لوگوں سے ہو لیکن نظر حق تعالیٰ کی طرف۔ جب بندہ خود کو ایسا بنا لیتا ہے تو حرمت الٰہی میں وکیل سے جو مانگتا ہے وہ طاعت میں حق تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے، لہٰذا ایسوں کا غیر سے سوال کرنا حق تعالیٰ سے اپنے حضور توجہ کی نشانی ہے نہ یہ غَیۡبَت ہے اور نہ حق تعالیٰ سے روگردانی۔

حضرت عیسیٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک لڑکی تھی ایک دن لڑکی نے اپنی ماں سے کہا کہ

مجھے فلاں چیز کھلایئے۔ اس کی والدہ نے کہا کہ خدا سے مانگو لڑکی نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنی نفسانی خواہش کے لیے خدا سے سوال کروں۔ آپ جو کچھ دیں گی وہ بھی اسی کی جانب سے ہوگا اور وہ میری تقدیر کا حصہ ہوگا۔

ضرورت سے زیادہ کی خواہش اور سوال نہ کرے

سوال کے آداب یہ ہیں کہ اگر سوال پورا ہو جائے تو اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرنی چاہئے لوگوں کو حق تعالیٰ کے درمیان نہ دیکھے حق تعالیٰ ہی کی طرف نظر رکھے۔ عورتوں اور بازار والوں سے سوال نہ کرے۔ اپنا راز اسی سے کہے جس پر اعتماد ہو کہ اس کا مال حلال ہے کسی پر ظاہر نہ کرے۔ جہاں تک ہو سکے اپنے نصیب پر سوال نہ کرے وہ تو اسے پہنچنا ہی ہے۔ سوال کرتے وقت گھر کی آرائش کو ملحوظ نہ رکھے اور نہ اسے اپنی ملکیت جانے، بلکہ ضرورت وقت کا تقاضا سمجھے۔ کل کی فکر آج نہ کرے تا کہ دائمی ہلاکت میں نہ پڑے۔ حق تعالیٰ کو اپنی گدائی کا ذریعہ نہ بنائے اور نہ ایسی پارسائی جتائے کہ پارسائی کہ وجہ سے لوگ زیادہ دیں۔

ایک صاحب مرتبہ بزرگ کو میں نے دیکھا کہ وہ بیابان سے فاقہ زدہ اور سفر کی مشکلات اٹھاتے ہوئے بازار کوفہ میں پہنچا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چڑیا تھی اور آواز لگاتا تھا کہ مجھے اس چڑیا کی خاطر کچھ دے دو۔ لوگوں نے کہا کہ اے شخص! یہ کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: یہ محال ہے کہ میں یہ کہوں کہ مجھے خدا کی راہ پر کچھ دے دو۔ دنیا کے لیے ادنیٰ چیز ہی کا وسیلہ لایا جا سکتا ہے چونکہ دنیا قلیل ہے۔ طوالت کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ اعلم

نکاح اور مجرد رہنے کے آداب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ" (۱۸۷:۲)

بیویاں تمہارے لباس ہیں اور تم بیویوں کے لباس ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَنَاكَحُوْا تُكَثِّرُوْا فَاِنِّیْ اُبَاهِیْ بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَوْ بِالسِّقْطِ مسلمانو! نکاح کرو اور اولاد کی کثرت کرو کیونکہ روز قیامت تمہارے ذریعہ اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا، اگرچہ حمل کا سقوط ہی کیوں نہ ہو۔ (مصنف عبدالرزاق)

نیز فرمایا:

اِنَّ اَعْظَمَ النِّسَاءِ بَرَكَةً وَاَحْسَنُهُنَّ وُجُوْهًا وأرخَصُهُنَّ مُهُوْرًا سب سے بڑی برکت والی بیوی وہ ہے حسین چہرے والی کم مہر لینے والی ہو۔

(کنزالعمال، مسند امام احمد وغیرہ)

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ تمام مرد وعورت پر ہر حال میں نکاح ہے۔ ہر مرد و عورت پر فرض ہے کہ حرام سے بچے اور سنت یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے عیال کے حقوق کو پورا کرے۔

نکاح نعمت خداوندی ہے

مشائخ کی ایک جماعت فرماتی ہے کہ شہوت کو دور کرنے اور دل کی فراغت حاصل کرنے کے لیے نکاح کرنا چاہئے اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ نسل کو قائم رکھنے کے لیے نکاح کرنا ضروری ہے تاکہ اولاد ہو۔ اگر اولاد باپ کے سامنے فوت ہو جائے تو وہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کرے گی اور اگر اولاد کے سامنے باپ مر جائے تو اولاد اس کی مغفرت کے لیے دعا کرے گی۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم دختر

سیدہ فاطمہ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیام نکاح ان کے والد ماجد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو دیا اور ان سے درخواست کی۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا: وہ تو بہت کم عمر ہیں اور آپ بہت بزرگ ہیں۔ میری نیت تو یہ تھی کہ اسے اس کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہما) کو دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہلوایا کہ اے ابوالحسن! بڑی عمر کی عورتیں تو جہان میں بہت ہیں "مراد من از ام کلثوم اثبات نسل است نہ دفع شہوت" میری مراد، ام کلثوم سے دفع شہوت نہیں ہے، بلکہ اثبات نسل ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ

كُلُ نَسَبٍ وَّحَسَبٍ يَّنۡقَطِعُ بِالۡمَوۡتِ اِلَّا نَسَبِیۡ وَحَسَبِیۡ

ترجمہ: مرنے کے بعد ہر حسب ونسب منقطع ہوجاتا ہے میرا حسب ونسب باقی رہتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ہر حسب ونسب منقطع ہوجاتا ہے مگر میرا حسب ونسب باقی رہتا ہے اس وقت حسب تو مجھے حاصل ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ نسب بھی حاصل ہوجائے تاکہ دونوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت میں مضبوط ہوجاؤں۔ اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحزادی اُم کلثوم کو آپ کے نکاح میں دے دیا اور ان سے حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

تُنۡكَحُ النِّسَاءُ عَلٰی اَرۡبَعَةٍ عَلٰی الۡمَالِ وَالۡحَسَبِ وَالۡحُسۡنِ وَالدِّيۡنِ	چار وجہوں کی بنا پر عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے مال، حسب، حسن اور دین کے لیے۔
فَعَلَيۡكُمۡ بِذَاتِ الدِّيۡنِ فَاِنَّهٗ مَا اسۡتَفَادَ اِمۡرَءٌ بَعۡدَ الۡاِسۡلَامِ خَيۡرًا مِّنۡ زَوۡجَةٍ مُّوۡمِنَةٍ مُّوَافِقَةٍ يَسُرُّ بِهَا	لیکن تم پر لازم ہے کہ دین والی عورتوں کو پسند کرو کیونکہ مسلمان ہونے کے بعد سب سے بہتر فائدہ جو حاصل ہوسکتا ہے وہ

اِذَا نَظَرَ اِلَیْھَا — مومنہ اور موافقت کرنے والی بیوی ہے جس سے تمہارا دل خوش ہو جب تم اسے دیکھو۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح، حدیث نمبر 8090 / ابوداؤد، ابن ماجہ، وغیرہ)

نکاح کرنے سے پہلے درجہ ذیل امور ذہن نشین رکھے

مرد مومن ایسی ہی بیوی سے انس و راحت پاتا ہے۔ اس کے صحبت سے دین کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ سب سے بڑی وحشت تنہائی کی ہے اور سب سے بڑی راحت صحبت۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تنہائی کا ساتھی شیطان ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب مرد یا عورت اکیلے رہتے ہوں تو ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے جو ان کے دل میں شہوات کو ابھارتا ہے اور امن و حرمت کے اعتبار سے کوئی صحبت، نکاح کرنے سے بہتر نہیں ہے۔ اگر یک جہتی اور موافقت ہے تو اس میں ذرا بھی سختی و مشغولیت نہیں رہتی اور جب عورت میں یک جہتی نہ ہو اور غیر جنس سے ہو تو درویش کو چاہئے کہ پہلے اپنے دل میں غور کرے اور تنہائی کی آفتوں اور نکاح کے درمیان سوچے کہ ان دونوں میں سے کون سی آفت کو آسانی سے دور کر سکتا ہے پھر اس کے مطابق عمل کرے کیونکہ مجرد و تنہا رہنے میں دو آفتیں ہیں، ایک تو سنت کا ترک ہے دوسرا شہوت کی پرورش اور حرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ بھی ہے۔ اس طرح غیر جنس سے نکاح کرنے میں دو آفتیں ہیں ایک غیر خدا کے ساتھ دل کی مشغولیت دوسرے نفسانی لذت کے لیے تن کو مشغول کرنا۔ اس مسئلہ کی اصل، عزلت و صحبت یعنی خلوت و جلوت ہے اور جو خلوت و گوشہ نشینی کا خواہاں ہے اسے مجرد رہنا مناسب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "سِیْرُوْا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ" (مسلم، ترمذی وغیرہ) دیکھو مجرد لوگ تم پر سبقت لے گئے۔

حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

نَجَا الْمُخِفِّفُوْنَ وَهَلَكَ الْمُثْقِلُوْنَ ہلکے لوگ نجات پا گئے اور بوجھ والے ہلاکت ہو گئے۔

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بزرگ سے ملنے ایک بستی میں گیا جب میں ان کے گھر پہنچا تو ان کا گھر نہایت پاکیزہ دیکھا جس طرح اولیاء کا عبادت خانہ ہوتا ہے اور اس مکان میں دو محرابیں تھیں، ایک محراب کے گوشہ میں وہ بزرگ تشریف فرما تھے اور دوسری محراب میں ایک بوڑھی عورت پاکیزہ اور روشن چہرے والی بیٹھی ہوئی تھی اور یہ دونوں کثرتِ عبادت میں بوڑھے ہو چکے تھے۔ میرے آنے پر انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ تین دن ان کے یہاں رہا جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو میں نے اس بزرگ سے پوچھا یہ پاکدامن عورت آپ کی کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ ایک رشتہ سے تو میری چچازاد بہن ہے اور دوسرے رشتہ سے یہ میری بیوی ہے۔ میں نے کہا ان تین دنوں میں میں نے تو آپ دونوں میں غیریت اور بیگانگی دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا ٹھیک پینسٹھ سال گزر گئے ہیں اسی طرح رہتے ہوئے۔ میں نے عرض کیا اس کی وجہ بیان فرمائیے؟ انہوں نے جواب دیا بات یہ ہے کہ ہم بچپن میں ایک دوسرے پر عاشق ہو گئے تھے۔ اس کے والد نے اسے مجھے دینا منظور نہ کیا کیونکہ ہماری باہمی محبت اسے معلوم ہو گئی تھی۔ ایک عرصہ تک محبت کی آگ میں ہم دونوں جلتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کا والد وفات پا گیا۔ میرے والد اس کے چچا تھے انہوں نے میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا جب پہلی رات ہم دونوں یکجا ہوئے تو اس نے مجھ سے کہا جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیسی نعمت سے سرفراز کیا ہے کہ ہم دونوں ایک ہو گئے ہیں اس نے ہمارے دلوں کو ناخوش گوار ابتلا و آفت سے نجات دی۔ میں نے کہا ٹھیک کہتی ہو، اس نے کہا پھر ہمیں آج کی رات اپنے آپ کو نفسانی خواہش سے باز رکھنا چاہئے چہ جائے کہ ہم اپنی مراد کو پائمال کریں اور اس نعمت کے شکریہ

میں ہم دونوں کو خدا کی عبادت کرنی چاہیے۔ میں نے کہا تم ٹھیک کہتی ہو۔ دوسری رات میں بھی یہی کہا اور تیسری رات میں نے کہا گزشتہ دو راتیں تو میں نے تمہارے شکر میں گزاری ہیں آج رات تم میرے شکر میں عبادت کرو۔ اس طرح ہم پینسٹھ سال گزار چکے ہیں، اور ہم نے ایک دوسرے کو چھونا تو درکنار کبھی نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ ساری عمر نعمت الٰہی کے شکرانے میں گزار دی۔

بیوی کے قریب جانے سے پہلے درجہ ذیل باتوں کا خیال رکھے

جب درویش نکاح کے ذریعہ صحبت کا قصد کرے تو لازم ہے کہ بیوی کو حلال رزق مہیا کرے اور اس کے مہر کو حلال کمائی سے ادا کرے تا کہ حق تعالیٰ کے حقوق اور بیوی کے حقوق جو خدا نے فرض کئے ہیں اس کے ذمہ باقی نہ رہیں۔ لذت نفس کی خاطر اس سے مشغول نہ ہو جب فرائض ادا کر چکے تب اس سے ہم بستر ہو اور اپنی مراد اس سے پوری کرے اور حق تعالیٰ سے دعا مانگے کہ اے خدا جہان کی آبادی کے لئے تو نے آدم کی سرشت میں شہوت پیدا کی اور تو نے چاہا کہ یہ باہم صحبت کریں۔ اے خدا مجھے اس کی صحبت سے دو چیزیں عطا فرما ایک تو حرص حرام کو حلال سے بدل دے دوسرے مجھے فرزند صالح عطا فرما جو راضی برضا اور ولی ہو ایسا فرزند عطا نہ فرما جو میرے دل کو تجھ سے غافل کر دے۔

اولاد کی فکری تربیت

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ان کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا وہ بچپن میں اپنی ماں سے کھانے کے لئے جو چیز مانگتا اس کی ماں کہتی خدا سے مانگ؟ وہ بچہ محراب میں چلا جاتا سجدہ کرتا اس کی ماں چھپا کر اس کی خواہشیں پوری کر دیتی۔ بچے کو معلوم تک نہ ہوتا کہ یہ ماں نے دیا ہے یہاں تک کہ یہ اس کی عادت بن گئی۔ ایک دن بچہ

مدرسہ سے آیا تو اس کی ماں گھر میں موجود نہ تھی۔ عادت کے مطابق سر سجدہ میں رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو اس کی خواہش تھی پوری کر دی۔ ماں جب آئی تو اس نے پوچھا اے بیٹے یہ چیز کہاں سے آئی؟ اس نے کہا وہیں سے جہاں سے روزانہ آتی ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے پاس اگر گرمی میں تشریف لاتے تو سردی کے میوے اور اگر سردی میں تشریف لاتے تو گرمی کے میوے ان کے پاس موجود پاتے اور حیرت سے دریافت کرتے کہ "اَنّٰی لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" (آل عمران) یہ کہاں سے آئے ہیں یہ کہتیں یہ میرے رب نے بھیجے ہیں۔

درویش کے لئے ضروری ہے کہ سنت کی اتباع کے وقت دل کو دنیا اور شغل حرام سے دور رکھے کیونکہ درویش کی ہلاکت اس کے دل کی خرابی میں ہے جس طرح کہ تونگر کی خرابی گھر اور خاندان کی خرابی میں چھپا ہے۔

آنچہ تونگر راخراب شود آن راعوض باشد وآنچہ درویش راخراب شود آن راعواض نباشد

ترجمہ: مالدار کی خرابی کا تو بدل ممکن ہے لیکن درویش کی خرابی کا کوئی بدل ممکن نہیں۔

اس زمانہ میں ایسی بیوی ملنا ناممکن ہے جو حاجت سے زیادہ اور فضول ومحال چیزوں کی طلب کے بغیر اچھی رفیقہ حیات ثابت ہو۔ اسی بنا پر مشائخ کی ایک جماعت مجرد رہنے کو پسند کرتی ہے ان کا عمل اس حدیث پر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خَيْرُ النَّاسِ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ خَفِيْفُ الْحَاذِ" آخر زمانہ میں وہ لوگ سب سے بہتر ہیں جو خفیف الحاذ ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خفیف الحاذ کیا ہے؟ فرمایا: "اَلَّذِيْ لَا اَهْلَ لَهٗ وَلَا وَلَدَ لَهٗ" وہ لوگ ہیں جن کی نہ بیوی ہوں نہ بچے۔ نیز فرمایا: "سِيْرُوْا سَبَقَ الْمُفْرَدُوْنَ" دیکھو اکیلے لوگ تم پر سبقت لے گئے۔

مشائخ طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ جن کے دل آفت سے خالی ہوں اور ان کی

طبیعت شہوت و معاصی کے ارتکاب کے ارادے سے پاک ہو۔ ان کا مجرد رہنا افضل و بہتر ہے اور عام لوگوں نے ارتکاب معاصی کے لئے حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث کو (معاذ اللہ) سند بنالیا ہے: "حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَا كُمْ ثَلٰثٌ الطِّيْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ" تمہاری دنیا کی تین چیزیں مجھے پسند و مرغوب ہیں ایک تو خوشبو، دوسری بیویاں، تیسری نماز کہ اس میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے۔

مشائخ طریقت فرماتے ہیں کہ جسے عورت محبوب ہو اسے نکاح کرنا افضل ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "لِيْ حِرْفَتَانِ الْفَقْرُ وَالْجِهَادُ" "میرے دو کسب ہیں ایک فقر دوسرا جہاد" لہٰذا اس حرفے و کسب سے کیوں ہاتھ اٹھایا جائے؟ اگر عورت محبوب ہے تو یہ اس کی حرفت ہے۔ اپنی اس حرص کو کہ عورت تمہیں زیادہ محبوب ہے۔ اس کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو؟ یہ محال و باطل ہے کہ جو شخص پچاس سال تک اپنی حرص کا پیرو رہے اور وہ یہ گمان رکھے کہ یہ سنت کی پیروی ہے۔ وہ سخت غلطی میں مبتلا ہے۔ غرض کہ سب سے پہلا فتنہ جو حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں مقدر کیا گیا اس کی اصل یہی عورت ہے اور دنیا میں سب سے پہلے جو فتنہ ظاہر ہوا اس کا سبب بھی عورت ہے۔ یعنی ہابیل و قابیل کا فتنہ اور آج تک بلکہ جب تک بھی اللہ تعالیٰ چاہے کسی کو عذاب دے ان کا سبب بھی عورت ہی ہے۔ گویا تمام دینی اور دنیاوی فتنوں کی جڑ یہی عورتیں ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ "مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ" مردوں کے لئے سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا فتنہ عورت سے بڑھ کر میں نے نہیں دیکھا۔ عورتوں کا فتنہ جب ظاہر میں اس قدر ہے تو باطن میں کتنا ہوگا۔

حضور داتا گنج بخش کی شادی

حضور سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گیارہ سال نکاح کی آفت سے خدا نے محفوظ رکھنے کے بعد میری تقدیر نے مجھے اس فتنہ میں مبتلا کر دیا اور بے دیکھے میرا ظاہر و باطن ایک پری صفت کا اسیر بن گیا۔ ایک سال اس میں ایسا غرق رہا کہ قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اپنے کمالِ لطف و کرم سے عصمت کو میرے ناتواں دل کے استقبال کے لیے بھیجا اور اپنی رحمت سے مجھے نجات عطا فرمائی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی جَزِیْلِ نُعَمَائِہٖ

الحاصل طریقت کی بنیاد، مجرد رہنے پر ہے نکاح کے بعد حال دگرگوں ہو جاتا ہے۔ شہوت کے لشکر سے بڑھ کر کوئی لشکر غارت گر نہیں ہے، مگر شہوت کی آگ کو کوشش کر کے بجانا چاہیے۔ اس لیے کہ جو آفت بھی انسان میں ابھرتی ہے اس کے ازالہ کا ذریعہ بھی انسان میں موجود ہونا چاہئے۔ کوئی اور اس آفت کو دور نہیں کر سکتا۔

شہوت کا دور ہونا دو چیزوں سے ہوتا ہے ایک یہ کہ تکلف کے تحت اسے دور کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ ریاضت و مجاہدے کے کسب سے، لیکن جو تکلف کے ساتھ ہے وہ انسان کی طاقت سے ہے کہ وہ بھوکا رہے اور جو کسب و مجاہدے سے باہر ہے وہ یا تو بے چین کرنے والا خوف ہے یا سچی محبت، جو آہستہ آہستہ پیدا ہو کر محبّ کے جسم کے تمام اجزاء میں سرایت کر جاتی اور غالب ہو جاتی ہے اور تمام حواس کو اس کے وصف سے نکال دیتی ہے اور بندے کو مکمل جدا کر کے اس سے بیہودگی کو فنا کر دیتی ہے۔

حضرت احمد حماد سرخسی، جو ماوراء النہر میں میرے رفیق تھے اور برگزیدہ بندے تھے ان سے لوگوں نے پوچھا: کیا آپ کو نکاح کی ضرورت پیش آئی؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا: اس لئے کہ میں اپنے احوال میں یا تو اپنے سے غائب ہوتا ہوں یا اپنے سے

حاضر، جب غائب ہوتا ہوں تو مجھے دونوں جہان کی کوئی چیز یاد نہیں رہتی اور جب حاضر ہوتا ہوں تو میں اپنے نفس پر ایسا قابو رکھتا ہوں کہ جب ایک روٹی ملے تو وہ سمجھتا ہے کہ ہزار حوریں مل گئیں۔ دل کی مشغولیت بہت بڑا کام ہے جس طرح چاہو اسے رکھو۔

حضرت یوسف اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا اسوۂ وطریقہ

مشائخ طریقت کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ہم مجرد رہنے اور نکاح کرنے میں بھی اپنے اختیار کو دخیل نہیں ہونے دیتے۔ یہاں تک کہ پردۂ غیب سے تقدیر کا جو حکم بھی ظاہر ہو سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ اگر ہماری تقدیر مجرد رہنے میں ہے تو ہم پارسائی کی کوشش کرتے ہیں اور اگر نکاح کرنے میں ہے تو ہم سنت کی پیروی کرتے ہیں۔ دل کو فارغ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ اگر حق تعالیٰ کی حفاظت شامل حال ہے تو بندہ کا مجرد رہنا حضرت یوسف علیہ السلام کی مانند ہوگا کہ انہوں نے زلیخا کے ورغلانے پر باوجود طاقت وقوت رکھنے کے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس وقت بھی اپنے نفس کے عیوب دیکھنے اور نفسانی خواہش پر غلبہ پانے میں مصروف ہو گئے اور جب نکاح کرنا تقدیر میں ہوتا ہے تو وہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے نکاح کرنے کی مانند ہو جاتا ہے۔ چونکہ حضرت خلیل علیہ السلام کو حق تعالیٰ پر کامل بھروسا اور اعتماد تھا۔ بیوی کی مشغولیت بھی مشغول نہ کر سکی۔ یہاں تک کہ حضرت سارہ نے جب رشک کا اظہار کیا اور غیرت پیدا ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بے آب وگیاہ بیابان میں چھوڑ کر خدا کے حوالہ کر دیا اور خود ان سے رُخ پھیر لیا تاکہ حق تعالیٰ اپنی صفات میں جس طرح چاہے ان کی پرورش فرمائے۔ بندے کی ہلاکت نہ نکاح کرنے میں ہے اور نہ مجرد رہنے میں۔ کیونکہ اس کی ہلاکت تو اپنے اختیار کو قائم اور برقرار رکھنے اور نفس کی پیروی کرنے میں ہے۔

آل واولاد کے آداب

اہل وعیال کی موجودگی میں شرط ادب یہ ہے کہ اس کے کسی درد دکھ سے غافل نہ رہے اور نہ اپنا حال ضائع اور اوقات پراگندہ ہونے دے۔ اپنے اہل وعیال کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے اور انہیں حلال رزق مہیا کرے اور نفقہ کی ادائیگی میں ظالموں اور جابر بادشاہوں کے رعایت نہ کرے یہاں تک کہ اگر فرزند سے بھی ایسا ارتکاب ہو تو اس کا بھی لحاظ نہ کرے۔

حرام رزق کا وبال

حضرت احمد بن حرب نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن نیشاپور کے امراء ورؤساء کے ساتھ جو انہیں سلام کرنے آئے تھے، تشریف فرما تھے۔ ان کا ایک بیٹا شراب پیئے ہوئے گانے والیوں کے ساتھ جھومتا ہوا گزر گیا۔ جس نے بھی اسے دیکھا اس کا حال متغیر ہو گیا۔ حضرت احمد نے جب لوگوں کو دیکھا تو فرمایا: تمہارا حال کیوں متغیر ہے؟ انہوں نے کہا یہ جوان اس بے باکی کے ساتھ آپ کے سامنے سے گزرا ہے جس سے پریشان ہو گئے اس نے آپ کا بھی لحاظ نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: وہ معذور ہے، اس لئے کہ ایک رات ہم نے اپنے اور اپنی بیوی کے لئے ہمسایہ سے کوئی چیز لی تھی اور ہم دونوں نے اسے کھایا تھا اسی رات ہم بستری میں اس جوان کا استقرار ہوا تھا۔ پھر ہم پر نیند کا غلبہ ہوا اور سو گئے اس رات ہمارے اوراد ووظائف بھی نہ ہو سکے۔ ہم نے صبح اس کھانے کی بابت تفتیش کی تو ہمسایہ نے بتایا جو چیز بھیجی تھی وہ ایک شادی کا کھانا تھا۔

مجرد رہنے کے آداب

مجرد رہنے یعنی غیر شادی شدہ رہنے کے آداب میں شرط یہ ہے کہ آنکھوں کو

ناشائستہ باتوں سے محفوظ رکھے اور نہ دیکھنے کے لائق چیزوں کو نہ دیکھے اور ناجائز آوازوں کو نہ سنے۔اور نامناسب باتوں کو نہ سوچے۔شہوت کی آگ کو فاقہ اور بھوک سے بجھائے دل کو دنیا اور حوادث کی مشغولت سے محفوظ رکھے اور نفسانی خواہش کا نام علم والہام نہ رکھے اور شیطان کے فریبوں کی تاویل نہ کرے تاکہ طریقت کی راہ میں مقبول ہو۔صحبت اور اس کے معاملات کے آداب یہ تھے جن کو اختصار کے ساتھ بیان کر دیا۔واللہ اعلم

❁❁❁

ہفتہ وار دروس قرآن

۱۔ جامع مسجد نورِ مصطفوی A بلاک کینال ویو، لاہور۔ بعد از نماز فجر (ہفتہ میں پانچ دن سوائے جمعرات، جمعہ)

۲۔ 60-A1 ویلنشیا ٹاؤن، لاہور۔ ہر اتوار 3 سے 4 بجے دن۔
(0321-8425209)

۳۔ 42/B الحمد پارک، پیکو روڈ منڈی سٹاپ ملتان روڈ، لاہور۔ ہر اتوار 1 سے 2 بجے دن (0302-6587777)

۴۔ جامع مسجد E بلاک کینال ویو ملتان روڈ، لاہور۔ ہر اتوار مغرب تا عشاء
(0336-4808407)

۵۔ جامع مسجد عثمانیہ غوثیہ ہوپ روڈ ریلوے کالونی، لاہور۔ ہر سوموار مغرب تا عشاء
(0300-4678009)

۶۔ حبیب اللہ روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔ ہر سوموار بعد از نماز عشاء۔
(0300-8537953)

نوٹ: ترجمہ قرآن کو یوٹیوب پر (mustafai taleem-ul-Quran) کے نام سے دیکھا جا سکتا ہے۔